فاستبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جنوری ۱۹۶۵

قیمت سالانہ چھ روپے

قیمت فی پرچہ ۶۲ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ **خالد** ربوہ

ادارۂ تحریر
رفیق احمد ثاقب ۔ (مدیر مسئول)
لطف الرحمٰن محمود

جلد ۱۱	صلح ۱۳۴۴ ھش	جنوری سنہ ۱۹۶۵ء	شمارہ ۳

مندرجات

(سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

(ادارہ)

۱۔ ہمارا کامیاب جلسہ سالانہ

دسمبر کے آخری ہفتہ کے دوران ہمارا امسال سالانہ جلسہ نہایت خیر و خوبی سے جاری رہ کر خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑے کامیاب طور پر اختتام پذیر ہوا۔ امسال اس جلسہ میں شمع احمدیت کے ایک لاکھ سے بھی زائد پروانوں نے شرکت کی اور جلسہ کی گوناں گوں برکات سے فیض یاب ہونے کی سعادت حاصل کی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس للٰہی جلسہ کی برکات پر روشنی ڈالتے ہوئے اسے افرادِ جماعت میں اتحاد، یکجہتی اور باہمی ہمدردی پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان ایام میں ربوہ کی فضا درود و استغفار، دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے خاص طور پر معمور رہی۔ اسلام، قرآن مجید اور سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور فضیلت سے متعلق تقاریر ہوئیں اور تین چار دن مرکز میں بسر کرنے کے بعد احباب نئے ایمان، ولولے اور عزم کے ساتھ واپس ہوئے۔ ربوہ میں قیام کے دن احباب نے بڑی سادگی اور باہمی اخوت کے ماحول میں گزارے رہائش اور خوراک کے سلسلہ میں اگر انہیں کچھ تکلیف بھی ہوئی تو اُسے بھی بڑی بشاشت سے قبول کیا۔ عمومی طور پر احباب جماعت نے جہاں حُسنِ اخلاق، تنظیم اور باہمی رواداری کا بہت عمدہ نمونہ پیش کیا وہاں معدودے چند ایسے مناظر بھی دیکھنے میں آئے ہیں جو ہرگز ہماری جماعت کے افراد کے شایانِ شان نہیں۔ مثلاً واپسی کے موقع پر بعض بھائی یہ کوشش کرتے ہوئے دیکھے گئے کہ انہیں ٹرین یا بس میں دوسرے بھائیوں کی نسبت جلدی یا بہتر نشست ملے اور اس غرض کے لئے انہوں نے دھکم پیل سے بھی پرہیز نہ کیا۔ اِس نوع کے مظاہرے برادرانہ ہمدردی اور شفقت اور دوسروں کو اپنی ذات پر مقدم کرنے کے عزم کے منافی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ان مواقع پر بھی ایسے ایمان افروز ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کریں جو دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔ اور کسی بھی موقع پر اپنی تنظیم اور وقار میں کسی طرح کا نقص نہ پیدا ہونے دیں۔

۲۔ نیا سال

خالد کا یہ شمارہ نئے شمسی سال کا پہلا شمارہ ہے ادارۂ خالد تمام قارئینِ کرام اور دیگر خدام بھائیوں کی خدمت میں صمیمِ قلب سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس سال کو جو جمعہ کے مبارک دن سے شروع ہوا ہے اور جس کے آغاز میں ہی رمضان کا مبارک چاند طلوع ہوا ہے ہر لحاظ سے بابرکت بنائے اور ہم سب کو خصوصیت کے ساتھ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور اپنے خاص فضل و کرم سے غیر معمولی جوش و خروش اور عزم و ہمت سے اُن پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق دے

دے جو نئے سال کے "لائحہ عمل" کی روشنی میں ہمارے پیشِ نظر ہیں۔ آمین۔

۳۔ رمضان المبارک کی آمد

زیرِ نظر شمارہ کے پہنچنے تک رمضان المبارک شروع ہو چکا ہوگا۔ اس مبارک مہینے کی فضیلت اور اسکی عظیم الشان برکات کی اہمیت ہر مخلص نوجوان پر واضح ہے زیرِ نظر شمارہ میں ایسا مواد پیش کیا جا رہا ہے جو روزہ کے فضائل اور مسائل سے متعلق ہے۔ ہم اپنے نوجوان بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ پورے ذوق و شوق کے ساتھ ان انتہائی مبارک ایام سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی کوشش فرمائیں۔

۴۔ پاکستان کا صدارتی انتخاب

۲ر جنوری ۱۹۶۵ء کو پاکستان کے ہزاروں عوامی نمائندوں نے بھاری اکثریت کے ساتھ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو آئندہ پانچ سال کے لئے ملک کا صدر منتخب کیا ہے۔ ہم اس کامیابی پر صدر مملکت کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صدر موصوف کو وطنِ عزیز کی صحیح رنگ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے عہدِ صدارت میں پاکستان کو سیاسی، اخلاقی، معاشی، اقتصادی، فنی اور تعلیمی غرض ہر پہلو سے غیر معمولی استحکام عطا فرمائے۔ اور پاکستان کے عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے ان کا عہد سنگ میل ثابت ہو۔ ہماری یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ان دوست نما دشمنوں کے ناپاک عزائم سے محفوظ و مامون رکھے جن کی وطنِ عزیز سے وفاداری ابتداء سے مشتبہ چلی آ رہی ہے!!

۵۔ "خالد" کا خلافتِ ثانیہ نمبر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلسہ سالانہ کے موقع پر "خالد" کا خاص شمارہ "خلافتِ ثانیہ نمبر" شائع ہو چکا ہے۔ جس کے متعلق حوصلہ افزاء آراء احباب کی طرف سے موصول ہو رہی۔ چونکہ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اسلئے ایسی آراء انشاء اللہ تعالیٰ فروری ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں یکجا کر کے پیش کر دی جائیں گی۔ یہ خاص نمبر زائد تعداد میں چھپوایا گیا ہے ابھی کچھ کاپیاں باقی ہیں اور مطالبات ہو رہے ہیں۔ خواہشمند احباب اس ایڈیشن کے نایاب ہونے سے پہلے پہلے توجہ فرمائیں۔

۶۔ ایک فریضہ کے متعلق یاددہانی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے رسالہ خالد کے اجراء کے موقع پر ہر خادم کے لئے یہ امر لازم قرار دیا تھا کہ وہ اپنے رسالہ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لکھا کرے لیکن افسوس ہے کہ خدام کی بالعموم اس طرف بہت کم توجہ ہے اور ان کی طرف سے بہت کم مضامین اشاعت کے لئے موصول ہو رہے ہیں نتیجۃً ادارہ کو رسالہ مرتب کرنے میں بہت دقت پیش آتی ہے۔ ان سطور کے ذریعہ ہم اپنے خدام بھائیوں کو ان کے اس فرض کی یاددہانی کرواتے ہوئے ان کے عملی تعاون کے منتظر ہیں۔ (ادارہ)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معارف القرآن الحکیم

..... کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی) ایک کھیتی کی طرح (ہوں گے) جس نے پہلے تو اپنی روئیدگی نکالی پھر اس کو (غذا کے ذریعہ سے) مضبوط کیا اور وہ روئیدگی اور مضبوط ہوگئی۔ پھر اپنی جڑ پر مضبوطی سے قائم ہوگئی۔ یہاں تک کہ زمیندار کو پسند آنے لگ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر جلیں گے۔ اللہ نے مومنوں اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا۔

تشریح:۔ اس آیت میں اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو متی باب ۱۳ آیت ۳ تا ۹ میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ "ایک بونے والا بونے نکلا۔ اور بوتے وقت کچھ دانے راہ کے کنارے گرے اور پرندوں نے آکر انہیں چگ لیا۔ اور کچھ پتھریلی زمین پر گرے جہاں ان کو بہت مٹی نہ ملی۔ اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب جلد اُگ آئے اور جب سورج نکلا تو جل گئے۔ اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سوکھ گئے۔ اور کچھ جھاڑیوں میں گرے اور ان جھاڑیوں نے بڑھ کر انہیں دبا لیا۔ اور کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔ کچھ سو گنا، کچھ ساٹھ گنا، کچھ تیس گنا۔" قرآن مجید کی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں آنے والے مسیح کی قوم بھی ایسی ہی ہوگی۔ جیسے اچھی زمین میں بویا ہوا دانہ۔ اور اللہ تعالیٰ اس میں ایسی برکت پیدا کرے گا کہ ایک ایک دانہ سے ساٹھ ساٹھ ستر ستر بلکہ سو سو گنا پیدا ہوگا مگر یہ فوراً نہیں بلکہ تدریج کے ساتھ ہوگا۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حُسنِ سیرت

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسم اور تمہاری صورتیں نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں پر ہے۔ (مسلم)

کستوری اور لوہار کی دھونکنی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نیک ہم نشین اور بدہمنشین کی مثال کستوری اٹھانے والے اور لوہار کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے کستوری والے سے تُو خوشبو پائے گا اور بھٹی جھونکنے والا تیرے کپڑے جلائے گا۔ (بخاری)

بہشت صرف یک کھجور کے بدلہ میں

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے ہاں ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں جن کے لئے اس نے سوال کیا۔ میرے پاس تین کھجوروں کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہی اُسے دیدیں۔ اُس عورت نے ایک ایک کھجور دونوں لڑکیوں کو دیدی اور ایک اپنے مُنہ میں ڈالنا چاہتی تھی کہ وہ بھی لڑکیوں نے طلب کی۔ اس عورت نے یہ بھی آدھی آدھی اُنہی میں بانٹ دی۔ مجھے اس کی یہ بات بہت ہی بھلی معلوم ہوئی۔ تب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ اس عمل کے سبب سے اس عورت کے لئے بہشت واجب ہو گئی اور آگ سے آزادی۔

(مُسلم)

پسندیدہ اعمال

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل پسند ہے؟ فرمایا کہ نماز وقت پر پڑھنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ فرمایا ماں باپ سے نیکی کرنا۔ میں نے کہا کہ پھر کونسا؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ (بخاری)

مرتبہ کے مطابق سلوک

میمون بن ابوشعیبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سائل آیا۔ آپ نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا۔ ایک اور آدمی آیا۔ اس کے کپڑے پُرانے تھے۔ آپؓ نے اُسکو بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اس فرق کے بارے میں آپؓ سے دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں سے انکے اپنے مرتبے کے مطابق سلوک کرو۔ (مسلم) ÷

اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرو

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ہر ایک آدمی سچی تبدیلی کا محتاج ہے جس میں تبدیلی نہیں وہ مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی کا مصداق ہے۔ مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی ہو۔ جو نقشہ اپنی جماعت کی تبدیلی کا میرے دل میں ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ مَیں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لئے جاویں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیۂ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری غرض یہ ہرگز نہیں کہ مسیح کی وفات حیات کے جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ اسی پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی۔ لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض ابھی اس سے بہت دُور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور ایک ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ مَیں اَور ہوں!!

(الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

خالد
خاص فیچر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کے چند تازہ

ارشاداتِ عالیہ

(از محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

بھارت سے ایک دوست نے لکھا کہ اچانک قرضہ سے دب گیا ہوں۔ سخت پریشان ہوں۔ عیالداری بھی ہے کوئی وظیفہ بتائیں جس سے مشکلات دور ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ قرض سے نجات عطا فرمائے۔ قرض سے بچنے کے لئے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ بکثرت پڑھا کریں۔"

شکاگو امریکہ سے ایک دوست نے لکھا کچھ عرصہ پہلے میں یہ دعا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ بار بار پڑھتا تھا اور عبادت میں ایک خاص سرور پاتا تھا مگر اب اعصابی تکلیف کی وجہ سے لذت میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کوئی آزمائش نہ آئے۔ اس وجہ سے طبیعت بہت فکرمند ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ کے متعلق تفصیلات کا علم نہیں ہے۔ رہنمائی فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:-

"خدا تعالیٰ اپنے وجود کو اپنے محبت کرنے والوں پر کسی نہ کسی طرح خود ظاہر کرتا ہے۔ آپ ہر روز دعا کر کے سویا کریں اور خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کریں کہ وہ آپ کے دل کو اطمینان اور تسلی عطا کرے۔"

ایک نوجوان نے حضور ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں لکھا کہ ایک شادی شدہ عورت کی شکل پر فریفتہ ہو چکا ہوں۔ میرا ارادہ اس کے متعلق بُرا نہیں۔ نہ ہی کسی کے حق پر حملہ کرنا چاہتا ہوں محض شوقِ دید غالب ہے کہ اسے دیکھتا رہوں۔ اس بُرے خیال سے نجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ حضور نے فرمایا:-

"لاحول پڑھا کریں اور استغفار کثرت سے کریں۔"

ایک احمدی نوجوان نے لکھا کہ آبائی پیشہ میرا زراعت ہے۔ میں اس وقت ملازمت کر رہا ہوں لیکن

ملازمت کی طرف میرا طبعی رجحان نہیں ہے۔ کوئی اور ذریعہ معاش بھی نہیں ہے۔ حضور مشورہ عطا فرمائیں۔

حضور نے فرمایا:۔

"اگر کوئی اور کام مل جائے تو بے شک ملازمت چھوڑ دیں۔ یونہی نہ چھوڑیں۔"

ایک نوجوان نے لکھا کہ میرا نام شریف احمد ہے۔ لڑکے مذاق کرتے ہیں کہ نام تو شریف احمد رکھا ہوا ہے لیکن ہو شریر۔ لہذا میرا نام تبدیل فرما کر ممنون فرما دیں۔ مجھے طاہر مجید نام پسند ہے۔

حضور نے فرمایا:۔

"شریف نام کے مصداق اپنے آپ کو بنانے کی کوشش کرو۔ یہ غلط ہے کہ نام تبدیل کر دیا جائے۔"

ایک شخص نے لکھا کہ پٹواری کا امتحان پاس کیا ہوا ہے لیکن ملازمت نہیں مل رہی۔ کچھ قرض لیکر دکانداری کرنا چاہتا ہوں مشورہ عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:

"اگر تجارت کی طرف رغبت ہے تو ضرور تجارت کریں۔"

ایک نوجوان طالب علم نے لکھا کہ میں میڈیکل کالج کے لئے منتخب نہیں ہو سکا۔ میرا ارادہ قانون کا امتحان پاس کرنے کا بھی ہے۔ حضور مشورہ عطا فرمائیں

تاکہ میں احمدیت کی بھی خدمت کر سکوں۔ حضور نے فرمایا:

"لاء کر لیں یا کوئی اور لائن جو پسند ہو اختیار کر لیں۔"

ایک بہن نے حیدر آباد دکن سے لکھا کہ اس نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ہر احمدی تین سال کے بعد بھی سینما نہ دیکھے۔ اس بارہ میں اب کیا ہدایت ہے۔

حضور نے فرمایا:۔

"ٹھیک ہے۔ سینما دیکھنا میں نے منع کیا ہوا ہے۔"

ایک غیر احمدی عورت نے جسے احمدیت سے انس ہے حضور ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں رہنمائی کے لئے لکھا کہ وہ ایک سال سے زیادہ پریشان ہے حضور رہنمائی فرمائیں کہ تعویذ کیا چیز ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے تاکہ اسے اس کی گئی ہوئی نوکری مل جائے۔

حضور نے فرمایا:۔

"تعویذ کرنا شرک ہے۔ اصل چیز دعا ہے۔"

ایک دوست نے خواب میں دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ہیں پھر وہ چھوٹے چھوٹے جانور بن گئے ہیں۔ میں جب ان کو ذبح کرتا ہوں تو وہ چھوٹے چھوٹے جانور بن گئے ہیں۔ جب میں ان جانوروں کو ذبح کرتا ہوں تو ان سے ایک لمبا سا نوجوان بن جاتا ہے۔ پھر

دیکھا کہ اس نوجوان کے بازو علیحدہ کر دیئے گئے اور اس کا پیٹ چاک کیا گیا۔ جب اس کی رگِ گردن پر چھری رکھی گئی تو اس نے کہا "اوہ یہ وقت بھی آنا تھا"۔ پھر وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے لگا۔ اس کی تعبیر کی درخواست پر حضور نے فرمایا:-

"مبارک خواب ہے۔ اللہ کے نام سے جو کام شروع کیا جائے گا وہ مبارک ہوگا"

مغربی افریقہ سے ایک دوست نے لکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پرانے احمدی ہیں۔ حضور رہنمائی فرمادیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر کس طرح چلیں۔ حضور نے فرمایا:-

"خدا کے راستہ پر چلنے کے لئے خدا پر توکّل کریں اور اس کی فرمانبرداری کریں۔ خدا خود رہنمائی کرے گا"

ایک مخلص اور معزز پنشنر دوست نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کی دو پوتیوں نے ایف اے پاس کر لیا ہے۔ بڑی لڑکی C.T کلاس کیلئے کوشش کر رہی ہے جس کے خرچ کا ذمہ اس کی ایک بزرگ رشتہ دار نے لے لیا ہے لیکن چھوٹی بچی کا ارادہ M.B.B.S کرنے کا ہے۔ میرے مالی حالات اس تعلیم دلانے کی اجازت نہیں دیتے حضور مشورہ عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:-

"ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کرنا کوئی ضروری نہیں۔ لڑکیوں کا اصل کام گھرداری (خانہ داری) ہے۔ اس کی شادی کر دیں"

ایک دوست نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ ہمیشہ کلمہ شریف پڑھا کرو۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجا کرو اور ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا کرو۔ حضور فرمادیں کہ اس کی تعمیل کیسے ہو۔ حضور نے فرمایا:-

"درود پر ہمیشہ مداومت کریں۔ اسی طرح لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو بھی بار بار دُہراتے رہیں"

انگلینڈ سے ایک عورت نے لکھا کہ مجھے اور میرے خاوند کو بُرے بُرے خواب آتے ہیں۔ حضور رہنمائی فرمائیں کیا کروں۔ حضور نے فرمایا:-

"رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی اور تینوں قُل پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک کر سویا کریں"

دعوت!

(محترم عبد الرحمن صاحب خاکی بی۔ اے، راولپنڈی)

آؤ اپنے عہد کے مامور کی باتیں کریں
وادیٔ ایمن میں بیٹھیں طور کی باتیں کریں

اک جہاں ہے ظلمتِ چاہِ ضلالت میں اسیر
نار سے اس کو نکالیں نور کی باتیں کریں

ہر غلط فہمی کو اُن کی دور کرنے کے لئے
مہدیٔ موعود کے منشور کی باتیں کریں

خوفِ باطل کا نہ ہو اعلائے حق کی راہ میں
دار پر بھی حضرتِ منصور کی باتیں کریں

وہ جو تھا دستورِ دیں خیر القروں کے دور میں
عہدِ حاضر میں اسی دستور کی باتیں کریں

گرچہ ہے سیلِ حوادث رہزنِ تسکینِ دل
غم سے گذریں حضرتِ مسرور کی باتیں کریں

اِک نگاہِ لطف کی ہے آرزو خاکی مجھے
آپ ان سے طالبِ مہجور کی باتیں کریں

○

نوٹ:۔ منصور اور مسرور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامی نام ہیں۔

رمضان المبارک میں خاص دعاؤں کی تحریک

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ)

خدا کے فضل سے رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ یہ خاکسار سالہا سال سے ہر رمضان کے شروع میں احباب جماعت کو اس مبارک مہینہ کے خاص برکات اور فیوض کی طرف توجہ دلا کر دعاؤں کی تحریک کرتا رہا اور اس تعلق میں لمبے لمبے مضامین لکھتا رہا ہے۔ مگر اب میری موجودہ صحت لمبے مضامین کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے ذیل کے مختصر نوٹ پر اکتفا کرتا ہوں وانما الاعمال بالنیات ولکلّ امرءٍ ما نوی۔

(۱) انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور معلوم نہیں کہ اگلے سال رمضان کا مبارک مہینہ دیکھنا کسے نصیب ہوتا ہے اور کون اس سے پہلے ہی اپنے آسمانی آقا کے حضور پہنچ جاتا ہے اس لئے اس فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے دوستوں کو چاہیئے کہ روزہ اور نفل نماز اور تراویح اور تلاوت قرآن مجید اور صدقہ و خیرات اور درد بھری دعاؤں اور آخری عشرہ کے اعتکاف کے ذریعہ اس مبارک مہینہ کی برکات اور فیوض سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ صدقہ و خیرات کے لئے رمضان کے ابتدائی ایام اور پھر آخری عشرہ کے دن جبکہ عید قریب ہوتی ہے زیادہ مناسب اوقات ہیں کیونکہ اس سے غریب بھائیوں کو رمضان اچھی طرح گزارنے اور پھر عید کی تیاری کے لئے مدد مل جاتی ہے۔ صدقہ خواہ مقامی طور پر کیا جائے اور خواہ مرکز میں بھجوا دیا جائے دونوں طرح مقبول و مبارک ہے لیکن بہرحال اپنے ماحول کے غریبوں کو کسی صورت میں نہیں بھولنا چاہیئے کیونکہ ہمسائگت کی وجہ سے ان کا دوہرا حق ہے۔

(۲) دعاؤں پر اسلام نے جو زور دیا ہے وہ ظاہر و عیاں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اپنا ایک خاص ہتھیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"دعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا

اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔"

دراصل دعا ایک عظیم الشان روحانی ایٹم بم ہے۔ جسے دنیا کی تباہی اور دوستوں اور عزیزوں کی آبادی اور ترقی کے لئے عدیم المثال طاقت حاصل ہے۔

دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عام سنت یہ تھی کہ دعا کے شروع میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور اس کے بعد جو دعا مانگنی ہوتی تھی مانگتے تھے۔ سورۃ فاتحہ کے پڑھنے میں بڑی برکت ہے اور دوستوں کو ہمیشہ یہ گر مدنظر رکھنا چاہیئے۔ بلکہ اگر سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری دعا شروع کرنے سے پہلے درود بھی پڑھ لیا جائے تو یہ گویا سونے پر سہاگہ ہوگا۔

(۳) دعاؤں میں (الف) اسلام و احمدیت کی ترقی (ب) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت اور درازی عمر اور بیش از پیش خدمت کی زندگی (ج) اہل قادیان اور اہل ربوہ کی حفاظت اور دینی و دنیوی بہبودی (د) مبلغین جماعت اور مرکزی اور مقامی کارکنوں کے لئے نصرت الٰہی کے نزول اور (ھ) موجودہ نازک اور پر آشوب ایام میں جماعت احمدیہ کی مجموعی حفاظت اور ترقی کی دعاؤں کو سب دوسری دعاؤں پر مقدم کرنا چاہیئے کیونکہ یہ وہ مقاصد ہیں جو اس زمانہ میں خود ذات باری تعالیٰ کے اپنے مقاصد ہیں۔

(۴) ان دعاؤں سے اتر کر ذاتی دعائیں یعنی جماعت کے بیماروں کی شفایابی۔ مصیبت زدوں کی مصیبت سے نجات۔ بے روزگاروں کی روزگار۔ مقروضوں کی قرض سے رہائی۔ امتحان دینے والوں کی امتحان میں کامیابی وغیرہ وغیرہ کے لئے بھی ضرور دعائیں کی جائیں۔ کیونکہ ان دنیوی نعمتوں کا حصول بھی انسان کے اطمینانِ قلب کا بھاری ذریعہ ہے۔ اسی طرح ہمارے خاندان میں بھی عرصہ سے بیماریوں اور پریشانیوں کا سلسلہ چل رہا ہے اس کے لئے بھی دعا فرمائی جائے۔ اور یہ بھی کہ خدا تعالیٰ ہمارے خاندان کے افراد کو جماعت کے لئے روحانی اور اخلاقی نمونہ بننے کی توفیق دے اور ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے۔

(۵) دعاؤں کے معاملہ میں یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے دعا ایک بہت بھاری روحانی طاقت ہے مگر وہی دعا دعا کہلانے کا حق رکھتی ہے جو رسمی رنگ میں نہیں دل کے سوز و گداز اور روح کے درد و کرب کے ساتھ کی جائے اور دعا کرنے والا اس یقین سے معمور ہو کہ میرا خدا واقعی ہر بات پر قادر ہے۔ اور پھر دعا کرتے ہوئے وہ اس پختہ اور زندہ یقین پر قائم ہو کہ اس وقت خدا کو دیکھ رہا ہوں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اس یقین کے بغیر دعا میں صحیح قلبی کیفیت ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔

(۶) ضمناً میں اس جگہ یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ میں اپنے متعدد گزشتہ مضمونوں میں تحریک کر چکا ہوں دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تجویز کے مطابق رمضان میں اپنی کسی کمزوری کو سامنے رکھ کر اس کے دور کرنے کا دل میں پختہ عہد بھی کرنا چاہیئے۔ تاکہ رمضان کی برکات عملاً بھی معین صورت میں رونما

ہو جائیں ۔ نماز ادا کرنے میں سستی ۔ روزہ رکھنے میں سستی ۔ مرکز میں بار بار آنے میں سستی ۔ سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کرنے میں سستی ۔ پیغامِ حق پہنچانے میں سستی ۔ رشوت لینے یا دینے کے بارہ میں کمزوری ۔ سود لینے دینے کے بارہ میں بے احتیاطی ۔ گالی گلوچ کی عادت ۔ غیبت کی عادت ۔ سینما دیکھنے کی عادت ۔ بدنظری کی عادت ۔ حقہ یا سگریٹ پینے کی عادت ۔ داڑھی منڈوانے کی عادت ۔ لین دین میں بددیانتی ۔ امانت میں خیانت جھوٹ بولنے کی عادت ۔ تجارت میں دھوکہ دہی ۔ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں غفلت وغیرہ وغیرہ بیسیوں قسم کی کمزوریاں ہیں جن میں کمزور طبیعت کے لوگ ماحول کے اثر کے ماتحت مبتلا ہو جایا کرتے ہیں ۔ ان میں سے کسی ایک کمزوری کے متعلق خدا کے ساتھ دل میں عہد کیا جائے کہ میں آئندہ اس کمزوری سے اجتناب کر لوں گا اور پھر اس عہد کو مومنانہ پختگی اور عزم بالجزم کے ساتھ نبھایا جائے ۔ کسی دوسرے کے سامنے اپنی کمزوری کے اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا کی ستاری کے خلاف ہے ۔ صرف خدا کے حضور دل میں عہد کیا جائے ۔

(۷) بالآخر میں پھر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے دوستوں کو خاص طور پر دعا کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہوں ۔ حضور کے زمانہ خلافت کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے خاص فضلوں اور خاص تجلیات سے نوازا ہے اور پھر جس طرح حضور کے متعلق اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان وعدے ہیں ان کے پیشِ نظر جماعت کے ہر مخلص کا فرض ہے کہ وہ حضور کے متعلق اس رمضان میں خصوصیت کے ساتھ دعا کرے تا اللہ تعالیٰ نہ صرف حضور کو صحتِ کامل عطا کرے اور نہ صرف حضور کی عمر میں برکت دے بلکہ حضور کی خلافت کی برکات اور فیوض کو پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر ظاہر فرمائے اور حضور کے ذریعہ دنیا میں اسلام اور احمدیت کا بول بالا ہو ۔ آمین یا ارحم الراحمین ۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ۔

آمدِ ماہِ رمضان

مبارک ہو مسلمانو کہ ماہِ صیام آتا ہے
خدائے لم یزل کا اک نیا پیغام آتا ہے

کلامِ حق اسی ماہِ مبارک میں ہوا نازل
اسی میں مومنوں کے واسطے انعام آتا ہے

ہے تم پہ فرض روزہ ماہِ رمضاں کا مسلمانو!
کہ روزہ دین و دنیا میں بہت ہی کام آتا ہے

جو رکھتے روزہ ہیں دل سے خدا کے حکم پہ چل کر
خدا کے خاص بندوں میں انہی کا نام آتا ہے

مسرت ہوتی ہے دل کو اسی ماہِ مبارک میں
سرور افزا مئے عرفاں کا لیکر جام آتا ہے

خدا کی رحمتیں نازل دلِ مومن پہ ہوتی ہیں
امید افزا نتیجہ بھی لئے انجام آتا ہے

خدا کا شکر ہے ہادی کہ تجھ کو بھی ضعیفی میں
خدا کے فضل کا دینے کوئی پیغام آتا ہے

([illegible] صاحب ہادی ۔ ربوہ)

رمضان المبارک کے فضائل

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات

(مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلاد عربیہ)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت کے متعلق بہت سی احادیث بیان فرمائی ہیں۔ ان احادیث نبویہ میں روزہ کے فضائل اور حکمتیں مذکور ہیں۔ اسلام میں روزہ کی اہمیت اور حکمت کیا ہے۔ روزہ کے بنیادی، اجتماعی اور انفرادی مقاصد کیا ہیں؟ احادیث نبویہ میں اس موضوع کے متعلق کافی روشنی ملتی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض احادیث تشریح کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں۔

(۱)

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا کان اوّل لیلة من شهر رمضان صفدت الشیاطین ومردة الجن وغلقت ابواب النار... فلمّا یفتح منها باب وینادی منادیا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشرّ اقصر ولله عتقاء من النار وذالک کلّ لیلة (ابن ماجه)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات شروع ہوتی ہے تو شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور سرکش لوگ بھی جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور اس کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جنت کا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے نیکی کے طالب نیکی کی طرف متوجہ ہو اور بدی کا ارادہ کرنے والے تو بدی سے رُک جا۔ اللہ تعالیٰ (اس مبارک مہینہ میں) لوگوں کو آگ کے عذاب سے آزاد کرتا ہے اور یہ منادی ہر رات ہوتی ہے۔"

تشریح :- رمضان شریف اپنے ماحول، آداب، شرائط اور احکام کی وجہ سے سراسر اور غیر معمولی رنگ میں برکات کا مہینہ ہے۔ نیکی کی عام رَو ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اس نیکی سے استفادہ کا موقع ملتا ہے۔ دن میں ایک مسلمان روزہ سے ہوتا ہے اور رات کو تراویح کی نماز میں مشغول ہوتا ہے حتّٰی کہ شر پسند عنصر بھی اس قسم کے ماحول کی وجہ سے بدی سے رُکنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ روزہ کا اثر ہر خاص و عام پر ہونا چاہیئے اور ہر قسم کی بداخلاقی کا انسداد ہونا چاہیئے۔ اس ماہِ مبارک میں خدا تعالیٰ سے گہرا تعلق قائم کر کے انسان ذہنی انقلاب اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے جس کا نمایاں اثر اس کے ہر عضو پر سال بھر قائم رہ سکتا ہے۔ یہی وہ فلسفہ ہے جو رمضان کے مہینہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں سکھلایا جاتا ہے۔ اگر اس مبارک مہینے کو ہم ضائع کر دیں تو یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے۔

—— (۲) ——

روزہ کے مقاصد

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ وکم من قائم لیس لہ من قیامہ الا السھر (دارمی)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کو سوائے پیاس کے کچھ اجر نہیں ملتا اور بہت سے تراویح اور تہجد کی ادائیگی کرتے ہیں مگر ان کو سوائے بیدار رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

تشریح :- جو لوگ روزہ کو رسم سمجھ کر رکھتے ہیں وہ کبھی اپنے اندر وہ پاک تبدیلی نہیں کر سکتے جس کا تقاضا اسلام نے روزوں کے ذریعہ سے کیا ہے۔ انہیں سوائے پیاس، بھوک اور راتوں کی نیند خراب کرنے اور بلاوجہ بیدار رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزہ اسلام کا ایک ایسا اہم رُکن ہے جو ہماری باریک حسوں کو بیدار کرنا چاہتا ہے اور اس بیداری کے ساتھ ہی ہماری قوتِ عملیہ کو اُبھارتا ہے اور اس قوتِ عملیہ کا مقصد بنیادی طور پر حصولِ تقویٰ ہے۔ قرآن کریم نے روزوں کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

(۱) لعلکم تتقون۔ تاکہ تم بدیوں سے بچو کیونکہ تقوے سے ہی پرہیزگاری ہوتی ہے

(۲) ولتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم۔ تاکہ تم خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی کا اعتراف کرو۔ کیونکہ اسلام کا لبِ لباب تعلق باللہ ہے۔

(۳) لعلکم تشکرون۔ تاکہ تم شکر ادا کرو۔

تقویٰ سے انسان نیکی اور بدی کے درمیان فرق کرتا ہوا خشیت اللہ کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اعمالِ صالحہ سے رغبت پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ سے

رضائے ربانی کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ کی بڑائی کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ توحید کا اعتراف کرے اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کرے۔ ہر قسم کی بدعت کو ترک کر دے اور شرک سے کلیۃً اجتناب کرے۔ شکرِ ربانی صحیح رنگ میں یہ ہے کہ انسان کا ہر عضو رضائے الٰہی کے لئے کام کرے۔

(۳)

نزولِ قرآن کا مہینہ

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مطہر پر ماہ رمضان المبارک میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کا نزول فرمایا۔ اس قرآن مجید کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آج سے چودہ سو برس پہلے جو قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ آج بھی من وعن بغیر کسی تغیر و تبدل کے موجود ہے۔ اور اس کی روشن دلیل عملی رنگ میں یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم ہر سال اس کی سالگرہ ماہِ رمضان المبارک میں مناتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

شھر رمضان الذی انزل
فیہ القرآن ھدًی للناس
وبینٰت من الھدٰی والفرقان

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کا نزول عوام الناس کی راہنمائی کے لئے ہوا۔ اس میں ہدایت اور حق وباطل میں تمیز کرنے کے لئے دلائل بیّنہ ہیں۔

رمضان المبارک کی برکاتِ عظیمہ کے حصول کے لئے اس امر کا بنیادی سبق مسلمانوں کو یہ دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے اوامر و نواہی، اس کے اخلاقی اور روحانی فارمولے بطور ضابطۂ حیات کے ہیں۔ انسانیت کا وہ سبق جو قرآن نے سکھلایا اور وہ سبق جو قرآن نے دیا اور باہمی تعلقات کی قندیل جو قرآن کریم نے ہمیں دی ہے اگر ہم اس کو تھام لیں اور اپنے سینے میں بصد احترام اس کو جگہ دیں، تو آج ہماری پریشانیاں دور ہو سکتی ہیں اور تاریکیاں روشنی سے تبدیل ہو جائیں۔ ہمارے اخلاق و عادات، تہذیب و تمدن کی کایا پلٹی جا سکتی ہے۔ یہ وہ آبِ حیات ہے جس کے پینے میں سراسر راحت، رحمت، برکت اور سعادت ہے۔ چنانچہ اس مبارک مہینے کی عظیم الشان نعمت "قرآن کریم" کا ذکر کرتے ہوئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"رمضان اور قرآن بندہ کی سفارش کریں گے۔ روزہ (لسان حال سے) کہے گا کہ اے خدا میں نے اس کو کھانے اور جملہ خواہشات سے دن کے وقت میں روکے رکھا پس اس کے لئے تو میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن مجید یہ کہے گا کہ میں نے اس کو رات کی نیند سے روکے رکھا۔ اسلئے اسکے حق میں تو میری سفارش قبول فرما۔ اسکی سفارش قبول کی جائیگی۔" (بیہقی) +

رمضان المبارک کے ضروری مسائل

(از مکرم ملک سیف الرحمن صاحب ناظم دارالافتاء ربوہ)

روزہ کے احکام

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

صوموا لرؤیتہ وافطروا
لرؤیتہ فان غمّ علیکم
فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین۔

یعنی چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کرو اور شوال کا چاند نظر آنے پر روزے ختم کرو۔ اگر بادل کی وجہ سے معاملہ مشتبہ ہے اور چاند نظر نہ آسکے تو شعبان کے ۳۰ دن شمار کرو۔ اسی طرح اگر شوال کے چاند میں دقت پیش آئے تو رمضان کے تیس روزے پورے کرو۔

اگر ایک گاؤں کے لوگ چاند دیکھ لیں تو دوسرے گاؤں والے جنہوں نے چاند نہیں دیکھا چاند دیکھنے والوں کے مطابق عمل کریں۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہو اور حالات مشتبہ ہوں اور ایک شخص آکر گواہی دے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی کو تسلیم کر لیا جائے۔ اور اگر انہی حالات میں عید کے چاند کے متعلق دو آدمی گواہی دیں کہ انہوں نے عید کا چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی تسلیم کی جائے گی لیکن اس کے لئے صرف ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہوگی۔ اور اگر مطلع صاف تھا تو پھر ایک یا دو آدمیوں کی شہادت کافی نہ ہوگی۔

روزہ کیا ہے؟

طلوع فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک نہ کھانا پینا اور نہ ہی اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا بشرطیکہ اس میں نیّت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو روزہ کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ ہر قسم کی بُرائیوں سے، گپ بازی سے اور فضول اور لغو کاموں سے انسان باز رہے۔ سارا دن ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرے یعنی خواہ وہ کوئی دنیوی کام ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل سے محو نہ ہو۔ حقیقی روزہ اسی کا نام ہے۔ صرف بھوکا پیاسا رہنا اور اپنی بدعادات کو ترک نہ کرنا روزہ کے مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ ان یدع طعامہ وشرابہ۔ یعنی جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل کو ترک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کا کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

صدقہ و خیرات بھی کثرت سے کرنی چاہیئے۔ انسان

کا ہاتھ کھلا رہے اور دوست احباب کی خاطر و مدارت
میں بھی سبقت دکھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی ہر رات
میں آپؐ پر جبریلؑ نازل ہوتے اور ان دنوں میں آپ یوں
سخاوت کرتے جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔

روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھا لینا

اگر یاد نہ رہے اور بھول کر انسان کچھ کھا پی لے
تو اس کا روزہ علیٰ حالہٖ باقی رہے گا اور کسی قسم کا نقص اس
کے روزے میں واقع نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسی صورت میں
بہتر ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھانے پینے لگ جائے تو
پاس کے لوگوں کو اُسے یاد نہ دلانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ
اُسے کھلا رہا ہے پھر انہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ
اس میں روک ثابت ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا اُکل الصائم ناسیًا اوشرب
ناسیًا فانّما ھو رزق ساقہ اللہ
الیه ولاقضاء الیه ولاکفارة

کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اُسے پریشان
نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ تو رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے اسے
دیا۔ نہ اس پر قضا ہے نہ کفارہ ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص
غلطی سے روزہ توڑ بیٹھے مثلاً روزہ یاد تھا لیکن کُلی کی غرض
سے منہ میں پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا تو ٹوٹ جائیگا
اور اس کی قضاء ضروری ہوگی لیکن نہ وہ گنہگار ہے اور نہ
اس پر کفارہ ہے۔

جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا

جو شخص جان بوجھ کر روزہ توڑ دے وہ سخت
گنہگار ہے۔ ایسے شخص پر بغرض توبہ کفارہ واجب ہوگا۔
یعنی پے درپے اسے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے۔
...... یا ساٹھ مسکینوں کو اپنی حیثیت
کے مطابق کھانا کھلانا پڑے گا یا ہر مسکین کو دو سیر گندم یا اسکی
قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ توبہ کے سلسلہ میں اصل چیز حقیقی
ندامت ہے جو دل کی گہرائیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کیفیت
انسان کے اندر پیدا ہو جائے لیکن اس میں ساٹھ روزے
رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت نہ
ہو تو اُسے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے فضل پر بھروسہ
کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں استغفار ہی اس کے لئے
کافی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور دہائی دینے لگا۔ یا حضرت
مَیں ہلاک ہوگیا۔ حضورؐ نے فرمایا کس نے تجھے ہلاک کیا ہے
اس نے عرض کی کہ حضور روزہ کی حالت میں مَیں اپنی بیوی کے
پاس چلا گیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تُو غلام آزاد کر سکتا ہے؟
اس نے عرض کی نہیں۔ پھر حضورؐ نے پوچھا ساٹھ روزے
مسلسل رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا حضور نہیں۔ اگر ایسا
ہو سکتا اور شہوانی جوش کو روک سکتا تو یہ غلطی ہی سرزد
کیوں ہوتی۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا
کھلا دو۔ اس نے کہا غربت ایسا کرنے میں مانع ہے۔
حضورؐ نے فرمایا تو پھر بیٹھو۔ اتنے میں کوئی شخص ایک
ٹوکری کھجوروں کی لے آیا آپؐ نے فرمایا اُٹھا لے اِسے

اور کھلادے مسکینوں کو۔ تو کہنے لگا مجھ سے زیادہ اور کون غریب ہوگا۔ مدینہ بھر میں سب سے زیادہ محتاج ہوں۔ حضور اس کی اس عرض پر کھلکھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا جاؤ اپنے اہل و عیال کو ہی کھلا دو۔

وہ امور جن کے متعلق عوام سمجھتے ہیں کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

پچھنے لگوانا۔ قے کرنا۔ دن کو سرمہ لگانا معمولی اپریشن کرانا۔ کلوروفارم سونگھنا۔ روزہ کی حالت میں ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ انہیں پسند نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے اس قسم کی باتیں مکروہ ہیں۔ ان کے علاوہ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ خوشبو لگانا۔ داڑھی اور سر میں تیل لگانا۔ بار بار نہانا۔ آئینہ دیکھنا مالش کروانا۔ پیار سے بوسہ لینا۔ ان میں سے کوئی فعل بھی منع نہیں۔ نہ ان سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جنابت کی حالت میں اگر نہانا مشکل ہو تو نہائے بغیر کھانا کھا کر روزہ کی نیت کر سکتا ہے۔

مرض اور سفر کی حالت میں روزہ

روزہ کا اجر عظیم ہے اور امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں اسلئے انسان کو دعا مانگنی چاہیئے کہ :-

"الٰہی! یہ تیرا مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دیگا۔ لیکن اس کے باوجود اگر تقدیر الٰہی غالب آئے اور انسان بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جائے گی۔ کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے روزے رکھیں گے۔"

بہرحال بیمار ہونے یا سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لیس من البر الصیام فی السفر۔ یعنی سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے :-

"قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زورِ بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا

چاہتا ہے۔ اس کی اطاعت امر
سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔ یہ غلطی
ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر و نہی
میں سچا ایمان ہے۔"

علاوہ ازیں حائضہ اور نفاس والی عورت بھی
روزہ نہیں رکھ سکتی۔ ایسے ہی حاملہ اور دودھ پلانیوالی
بھی روزہ نہ رکھے لیکن بعد میں جب یہ عذر نہ رہیں یعنی بیمار
تندرست ہو جائے مسافر اپنے گھر پہنچ جائے یا کسی جگہ
پندرہ یا پندرہ سے زائد دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے۔
حائضہ حیض سے پاک ہو جائے۔ نفاس کے دن ختم ہو جائیں
حاملہ کے بچہ پیدا ہو جائے یا دودھ پلانے والی دودھ
پلانا بند کر دے۔ اس حالت میں ان لوگوں پر چھوڑے
ہوئے روزوں کی قضا واجب ہوگی۔ اور یہ روزے
دوبارہ انہیں رکھنے ہوں گے۔

تمام حمد ہے خلّاقِ دو جہاں کے لئے

(مکرم محمد ابراہیم صاحب فائق)

زباں جو اٹھتی ہے رہ رہ کے اک بیاں کے لئے
وہ راز دل میں ہی پنہاں ہے رازداں کے لئے

ہماری دُنیا قفس، ہم قفس کے باسی ہیں
بہارِ باغ، مُبارک ہو باغباں کے لئے

خُدا کے واسطے ناصح نہ روک تُو مجھ کو
چلا ہوں آج مَیں قاتل کے امتحاں کے لئے

خُدارا چھوڑ دے صیّاد، جانے دے مُجھ کو
مَیں چُن کے لایا ہوں کچھ تنکے آشیاں کے لئے

کِسی حسین کی تعریف کیوں کروں فائق
تمام حمد ہے "خلّاقِ دو جہاں" کے لئے

(مرسلہ:۔ عبدالحمید پرولیز جامعہ احمدیہ)

شکست دینگے اب اہلِ باطل کو نونہالانِ احمدیت

(محترم الحاج مولانا محمد صدیق امرتسری مبلغ سنگاپور)

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدائے واحد سے لَو لگالو
ہے وقت اب بھی کہ گامزن ہو کے راہِ حق پر اُسے مَنالو

نہیں کوئی اُس کو جننے والا کسی کو اُس نے جنا نہیں ہے
کوئی زمیں پر یا آسمانوں میں اُس کا بیٹا بنا نہیں ہے

بھڑک اُٹھا اُس کا قہر جس دن تمہارے ایوان پھونک دیگا
تمہیں خبردار کر رہا ہوں وہ آگ میں تم کو جھونک دیگا

تمہاری سب مشکلات کا حل رسولِ یثرب کے دین میں ہے
تمہاری بیماریوں کا درماں اُنہیں کی شرعِ متین میں ہے

پہنچنے والے ہو گرچہ تم اُڑ کے آسمانوں کی بستیوں میں
مگر یہ ڈر ہے وہاں سے بھی آ گرو گے دھرتی کی پستیوں میں

جہاں کی مایہ سمیٹ کر بھی شکم تمہارے بھرے نہیں ہیں
ہے کھوٹ ہی کھوٹ نیتوں میں تمہارے وعدے کھرے نہیں ہیں

ڈرو خدا سے نہ ہرگز اتراؤ اپنے سامانِ حرب پر تم
لرز اُٹھو گے بس ایک ہی سوطِ آسمانی کی ضرب پر تم

یہ سبمرینیں سمندروں میں، یہ ایٹمک بم یہ سیٹلائٹیں
کہیں نہ خود تم کو سب سے پہلے تمہارے ہاتھوں ہی ختم کر دیں

جو مجھ سے پوچھو تو میں بتا دوں جہاں میں کیا انقلاب ہوگا
عروج قسمت میں کس کی لکھا ہے کون اب کامیاب ہوگا

میں دیکھتا ہوں زمانہ اب راستی کے سانچوں میں ڈھل رہا ہے
نئے تقاضوں کے زیرِ داماں مزاجِ انساں سنبھل رہا ہے

یہ دور اب عنقریب اسلام کے تمدن کا دَور ہوگا
بلند و بالا جہاں میں قرآنِ صاحبِ غارِ نور ہوگا

شکست دیں گے اب اہلِ باطل کو نونہالانِ احمدیت
صلیبیوں کا غرور توڑیں گے نوجوانانِ احمدیت

نظامِ عالم یہ پھر محمدؐ کے دین کا اقتدار ہوگا
اُٹھیں گے حسنِ ازل سے پردے اور عام دیدارِ یار ہوگا

رسولِ بطحاؐ کے فیض سے مستفیض سارا جہان ہوگا
نئی زمیں ہوگی اب یہاں اور نیا ہی اِک آسمان ہوگا

کئے تھے وعدے جو حق نے اوجِ حرم میں سردارِ دو جہاں سے
وہ کر دیئے ہیں اب اُس نے پورے مجدد و مہدیٔ زماں سے

میں عاشقِ دینِ مصطفےٰ ہوں، ہے اس کی تبلیغ کام میرا
سخنورو! کس طرف ہو؟ آؤ سنو یہ دلکش کلام میرا

مکرم ظفر احمد صاحب
کرتار پورہ - راولپنڈی

تقریر کے چند اصول ــــ قرآن کریم کے رُو سے

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

یعنی ہم نے انسان کو علم بیان عطا فرمایا ہے۔ اب جبکہ انسان کو قوتِ بیان دی گئی ہے تو اُس کو اُجاگر کرنا انسان کا اپنا کام ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صفت کو کس طرح اُجاگر کیا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ دُعا سامنے آجاتی ہے جو کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے فرعون کے دربار میں جانے سے قبل کی ہے۔ فرمایا

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي۔

یعنی اے رب میرا سینہ کھول دے (یعنی مجھے انشراحِ صدر عطا فرما) جو فرض مجھ پر ڈالا گیا ہے اس کو پورا کرنا میرے لئے آسان کر دے۔ اگر میری زبان میں کوئی گرہ ہو تو وہ بھی کھول دے۔ اور لوگ میری بات سمجھنے لگیں۔

جب ہم غور کرتے ہیں تو تقریر کے مندرجہ ذیل بڑے بڑے اصول نظر آتے ہیں:-

اوّل:- ربّ کہہ کر یہ فرمایا کہ صرف اپنے آپکو عالم سمجھ کر تیاری نہ کرو بلکہ خدا تعالیٰ سے نصرت مانگو ساری تقریر کی کامیابی خدا تعالیٰ کے فضل پر ہے اس لئے تقریر سے قبل اُس سے دعا کرو۔

دوسرا اصول یہ بتایا کہ مقرر کو انشراحِ صدر ہونا چاہیئے جس کو انگریزی میں مناسب طور پر SELF CONFIDENCE کہہ سکتے ہیں۔ یعنی مقرر کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔ مگر مقرر کو یہ خود اعتمادی اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ وہ مضمون کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہو۔ حوالجات درست اور ٹھیک یاد ہوں۔ یہ باتیں واضح کرتی ہیں کہ مقرر کو تقریر سے پہلے پوری تیاری کرنی چاہیئے۔ اکثر مقررین کہہ دیتے ہیں کہ جی کیا بات ہے مضمون تو آسان ہے تیاری کرلیں گے عین وقت پر وہ اسٹیج پر آن کر چند الفاظ کہہ دیتے ہیں ایسے مقررین صحیح معنوں میں تقریر کا اور سامعین کا حق ادا نہیں کرتے۔

تیسرے اصول میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو فرض مجھ پر ڈالا گیا ہے اُس کو پورا کرنا میرے لئے

آسان کر دے۔ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مقرر کو پیشگی تیاری کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی مقرر ایسا نہیں کرتا تو وہ وقت خراب کرتا ہے۔

چوتھا اصول یہ بتایا کہ مضمون کے مشکل حصول کی نہایت عمدگی سے تشریح کی جائے "گرہ" کا صاف مطلب KNOTTY PROBLEM سے ہے۔

اس اصول سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مضمون کے صرف ابتدائی حصّوں کو مت بیان کرو بلکہ مضمون کے دقیق حصّوں کا بھی مطالعہ کرو۔ نہ صرف مطالعہ کرو بلکہ ان کو پیش بھی کرو۔

پانچواں اصول یہ بتایا گیا ہے کہ تقریر میں آسان الفاظ استعمال کرو جیسے فرمایا تا لوگ میری زبان سمجھنے لگیں ایسے مقررین کی طرح نہیں جو فارسی اشعار کی بھرمار کر دیتے ہیں جبکہ سامعین فارسی سے واقف ہی نہ ہوں یا الفاظ کے دقیق در دقیق مرکبات استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے ملک کے اکثر لوگ بالخصوص دیہات سے تعلق رکھنے والے تو عام آسان اردو بھی مشکل سے سمجھتے ہیں۔

یہ تھے چند ایک اصول تقریر جو میں نے بیان کئے ہیں۔ ہمارا آج کا نوجوان دوسرے مصنفین کی کتب بڑے شوق سے پڑھتا ہے حالانکہ قرآن کریم نے بعض جگہ ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ اس سے میرا مطلب ہرگز نہیں کہ ہم دوسری کتب نہ پڑھیں وہ بھی پڑھیں مگر پہلے قرآن کریم سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

احمدی نوجوانوں کے لئے تو تقریر کا تیار کرنا بہت آسان ہے۔ ہمارے پاس قرآن کریم و احادیث کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء وغیرہ کی بلند پایہ تصانیف بھی موجود ہیں جن میں علوم کے انمول خزینے موجود ہیں ان کے انڈکس اور فہرست مضامین کی مدد سے قریباً قریباً ہر موضوع پر مفید حوالہ جات آسانی سے حاصل کئے جاسکتے ہیں پس ہمیں اس طرف خصوصیت سے توجہ کرنی چاہیئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا جماعت سے

ایک مطالبہ

"اس زمانہ میں مالی قربانی کی بہت ضرورت ہے اسلئے سب مرد اور عورتیں اپنی زندگی کو سادہ بنائیں اور اخراجات کم کر دیں تاکہ جس وقت قربانی کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے وہ تیار ہوں۔ قربانی کیلئے صرف تمہاری نیت ہی فائدہ نہیں دے سکتی جب تک تمہارے پاس سامان بھی مہیا نہ ہوں۔ ایک نابینا جہاد کا کتنا ہی شوق کیوں نہ رکھتا ہو اس میں شامل نہیں ہو سکتا۔ ایک غریب آدمی زکوٰۃ دینے کی خواہش بھی کرے تو نہیں دے سکتا۔ ایک مریض کی خواہش خواہ کس قدر زیادہ ہو روزے نہیں رکھ سکتا۔ پس اگر سامان مہیا نہ ہوں تو ہم وہ قربانی کسی صورت میں بھی پیش نہیں کر سکتے جس کی ہمیں خواہش ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک سادہ زندگی اختیار کرے تاکہ وقت آنے پر وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کر سکے۔"

(الفضل ۱۲ ۷/۳۵)

خلافتِ ثانیہ کے دور کے

فتنے، ابتلاء اور اُن کا انجام

(از محترم مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ مقیم لاہور)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد اور مصلح موعود کی پیدائش کے اجتماع میں مخفی اشارہ۔

یہ عجیب بات ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان بیعت کا حکم ۱۸۸۸ء کی ابتداء میں ہو چکا تھا مگر حضور قریباً دس ماہ تک اعلان کرنے سے رکے رہے۔ اس کی وجہ حضور نے یہ لکھی ہے۔ کہ

"اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی۔ کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ میں داخل ہو جائیں۔ اور دل یہ چاہتا رہا۔ کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی لوگ داخل ہوں۔ جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے۔ اور جو کچے اور سریع التغیر اور مغلوب الشک نہیں ہیں۔ اس وجہ سے ایک ایسی تقریب کی انتظار رہی۔ کہ جو سچوں اور کچوں اور مخلصوں اور منافقوں میں فرق کر کے دکھلا دے۔ سو اللہ جل شانہ نے اپنی کمال حکمت اور رحمت سے وہ تقریب بشیر احمد[1] کی موت کو قرار دیدیا۔ اور خام خیال اور کچوں اور بدظنوں کو الگ کر کے دکھا دیا۔ اور وہی ہمارے ساتھ رہ گئے۔ جن کی فطرتیں ہمارے ساتھ رہنے کے لائق تھیں۔"

(اشتہار ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء)

بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرہ آفاق کتاب "براہین احمدیہ" کو پڑھ کر اور حضور کے ان عدیم النظیر مضامین کو ملاحظہ کر کے جو حضور نے ملک کے مختلف اخبارات میں اسلام کی تائید اور اسلام پر اعتراضات کرنے والوں کے رد میں لکھے تھے۔ ہندوستان کے مسلمان ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک حضور کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے تھے۔ اور پھر جب حضور نے مصلح موعود

---

[1] - بشیر احمد سے مراد بشیر اوّل ہیں جو مصلح موعود والی پیشگوئی کے بعد پیدا ہوکر یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو وفات پا گئے۔

والی پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔ تو ایک دنیا اس موعود کی پیدائش کی منتظر تھی۔ اور لوگ چاہتے تھے۔ کہ حضور بیعت لینے کا اعلان فرمادیں۔ سو اگر اس زمانہ میں حضور کی طرف سے اعلان بیعت ہو جاتا تو یقیناً چند دنوں میں ہی ہزاروں لاکھوں مسلمان حضور کی بیعت کر لیتے۔ مگر جیساکہ حضور نے لکھا ہے۔ پھر ایسے لوگ آزمائشوں کے وقت ثابت قدم نہ رہ سکتے۔ اس لئے حضور اعلان بیعت سے توقف فرماتے رہے۔ اور جب "بشیر احمد" کی وفات ہوئی۔ تو چونکہ دنیا یہ خیال کئے بیٹھی تھی کہ آپ کے جوڑ کا پیدا ہو گا۔ وہی "مصلح موعود" ہو گا۔ اس لئے اس کی وفات پر شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے والے لوگ اعلان بیعت پر بیعت کرنے سے رک گئے۔ اور وہی لوگ آگے بڑھے جو فطرتاً قوی الایمان اور خاص مخلص تھے۔ مگر یہ تو ایک ظاہری وجہ تھی۔ لیکن غور کرنے والی طبائع کے لئے اس توقفِ بیعت میں ایک اور حکمت بھی تھی۔ اور وہ یہ کہ گو حضور نے بیعت کا اعلان یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو کیا۔ لیکن شرائطِ بیعت کا اعلان اس روز کیا۔ جس روز حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی پیدائش ہوئی۔ یعنی ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو۔ ان دونوں باتوں میں دراصل یہ مخفی اشارہ تھا۔ کہ اس سلسلہ کی اشاعت میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اہم دخل ہو گا۔ چنانچہ واقعات اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی خدمتِ دین پر کمر باندھ لی۔ اور پھر ساری عمر اس مقدس کام کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ ابھی آپ اٹھارہ سال اور چند ماہ کے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال

ہو گیا۔ اور آپ نے حضور کی نعش مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر اس امر کا عہد کیا۔ کہ جس خدا کے مسیح! جس مقدس مشن کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔ میں اس کی تکمیل کے لئے اپنی زندگی بھر کوشش میں لگا رہوں گا۔ اور خواہ اس کام میں ایک شخص بھی میرا ساتھ نہ دے مگر میں اس کام کو برابر کرتا چلا جاؤں گا۔ چنانچہ زمانہ شاہد ہے کہ آپ نے اپنے اس عہد کو سچ کر دکھایا۔

عہدِ خلافتِ اُولیٰ

تاریخ احمدیت اس امر کی گواہ ہے۔ کہ حضرت اقدس کے وصال کے بعد جب اللہ تعالےٰ نے حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلافت کی ردا پہنائی۔ تو آپ حضور کے دست و بازو بن کر میدانِ عمل میں اتر آئے۔ اور حضور خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی آپ نے ایسی اطاعت کی۔ کہ اس وقت کی ساری جماعت میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ بلکہ حق تو یہ ہے۔ کہ جس قسم کی اطاعت حضرت مولانا حکیم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کی تھی۔ اور جس سے خوش ہو کر حضور نے فرمایا تھا۔ کہ نور الدین میری اس طرح اطاعت کرتا ہے جس طرح انسان کی نبض اس کے دل کی حرکت کے پیچھے چلتی ہے۔ بالکل اسی طرح بلکہ شاید اس سے بھی بڑھ کر آپ نے خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی اطاعت کی۔ اور یہ وہ امر ہے جس کا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے بارہا اظہار فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی زندگی میں آپ صدر انجمن کے صدر تھے۔ رسالہ تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر تھے۔ مدرسہ احمدیہ

کے افسر تھے - قادیان کے باہر مختلف انجمن ہائے احمدیہ کی درخواستوں پر جماعتی جلسوں میں تقاریر کے لئے جاتے تھے اور اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے جماعت میں اس قدر محبوب ہو گئے تھے - کہ اس وقت کی صدر انجمن کے سرکردہ ممبروں اعنی جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم وغیرہ کی نظریں "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے مطابق اس امر کو بھانپ گئی تھیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی وفات کے بعد شاید جماعت اس "بچہ" کے سوا اور کسی شخص کی بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی - اس لئے انہوں نے شروع شروع میں در پردہ مگر بعد میں کھلم کھلا آپ کی مخالفت شروع کر دی تھی - آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا کوئی دقیقہ بھی انہوں نے فرو گذاشت نہیں کیا تھا - حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ کے حضور میں حاضر ہو کر آپ کے خلاف انہوں نے پروپیگنڈا کیا - جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم جو ایک قابل وکیل اور مشہور لیکچرار تھے - جماعتوں میں جا کر آپ کے خلاف لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے رہے - آپ کے خلاف خفیہ ٹریکٹ ان لوگوں نے لکھوائے - اور آپ کو جماعت میں بدنام کرنے کی کوشش کی - مگر آپ نے کوہِ وقار بن کر ان ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا - اور خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ان مخالفتوں کی آندھیوں اور طوفانوں کو شیرِ خدا بن کر عبور کرتے چلے گئے - پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے وصال کا وقت آیا - تو ان سرکردہ لوگوں نے اس امر کی سر توڑ کوششیں کیں - کہ جماعت کے لوگ سر دست کسی شخص کی بیعت نہ کریں - صدر انجمن کام چلاتی رہے گی - اور اگر کسی فردِ واحد کی بیعت ضروری سمجھی گئی - تو چھ ماہ کے بعد اس امر کا فیصلہ کر لیا جائے گا - چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی زندگی کے آخری ایام میں جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے اس قسم کے خیالات پر مشتمل ایک ٹریکٹ بھی چھپوا کر محفوظ کر لیا تھا - اور حضور کی وفات پر اسے فوراً جماعتوں میں پھیلا دیا تھا - اور جو احمدی حضور کی وفات کی خبر سن کر قادیان آرہے تھے - ان میں بھی لاہور، امرتسر اور بٹالہ کے اسٹیشنوں پر تقسیم کروا دیا تھا - مگر اس وسوسہ اندازی کے باوجود بھی ان کی کوئی پیش نہ گئی - اور خدا تعالیٰ نے خلافتِ احمدیہ کی ردا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو پہنا ہی دی -

آپ کے عہد کے فتنے اور ان کا انجام

۱ - غیر مبایعین کا فتنہ :- خلیفۃ المسیح بنتے ہی آپ کو سب سے پہلے اس فتنہ کا مقابلہ کرنا پڑا - جو سرکردہ غیر مبایعین نے آپ کے خلاف اٹھایا تھا - یعنی جماعت میں اس امر کا سخت پروپیگنڈہ کیا گیا - کہ "حضرت میاں صاحب" نے "نبوت مسیح موعودؑ" اور "کفر و اسلام" وغیرہ مسائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے مسلک کے صریح خلاف قدم اٹھایا ہے - کیونکہ حضورؑ نہ نبی تھے - اور نہ ہی آپ کے انکار و تکذیب سے کوئی شخص مواخذہ کے لائق ٹھہرتا ہے - اور اسی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی وفات کے بعد خلافت احمدیہ کے قیام کو بھی غیر ضروری خیال کر کے اسے خیر باد کہہ دیا گیا - چونکہ ان کا ہیڈ کوارٹر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تھا - اور وہاں کی جماعت خاص طور پر ان کے زیر اثر تھی اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے جماعت کے مشہور مبلغ اور صوفی حضرت

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضؓ کو یہاں بھجوا دیا۔ اس وقت
حالت یہ تھی کہ لاہور کی ساری جماعت میں صرف حضرت حکیم محمد حسین
صاحب قریشی رضؓ اور حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین رضؓ ہی دو
ایسے دوست تھے۔ جو اکابرین غیر مبائعین کی پرواہ نہیں کرتے
تھے۔ باقی ساری جماعت کسی نہ کسی رنگ میں ان سے مرعوب
تھی۔ مگر حضرت مولوی صاحب رضؓ کی کوششوں اور حضرت خلیفۃ المسیح
الثانی ایدہ اللہ کی دعاؤں سے آہستہ آہستہ جماعت کی اکثریت
خلافت کے ساتھ وابستہ ہو گئی۔ باہر کی جماعتوں میں بھی ان
لوگوں کے دعوے کے مطابق "بمشکل قوم کے بیسویں حصہ نے
(حضور ایدہ اللہ کو ناقل) خلیفہ تسلیم کیا" تھا۔ چند سال کے
عرصہ کی تگ و دو کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بقول
جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب "سوائے معدودے چند
اشخاص کے میاں صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ۔ ناقل)
کے ساتھ ساری جماعت" ہو گئی۔

ان ایام میں فریقین کی طرف سے ان مسائل پر لٹریچر
بھی کافی تعداد میں تیار ہو گیا۔ چنانچہ اسی زمانہ کی ایک مشہور
معرکۃ الآرا کتاب "حقیقۃ النبوۃ" ہے جو حضرت امیر المومنین
ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ حقیقت
یہ ہے کہ یہ کتاب لکھ کر حضور نے جماعت پر اتنا بڑا احسان
کیا ہے کہ جماعت جس قدر بھی حضور کی شکر گزار ہو اور حضور
کے لئے دعائیں کرے۔ کم ہے۔ اس کتاب میں مبائعین اور
غیر مبائعین سے تعلق رکھنے والے جملہ مسائل کا نہایت ہی
بہترین رنگ میں حل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

۱؎ پیغام صلح ۵ رمئی ۱۹۱۴ء

۲۔ مستریوں کا فتنہ:۔ آپ کے عہد مبارک میں دوسرا فتنہ
مستریوں نے کھڑا کیا۔ یہ فتنہ بھی بڑا خطرناک تھا۔ ان لوگوں نے
جماعت کی نگاہ میں خلافت کے مقام کو گرانے کے لئے حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے کیریکٹر پر حملے کئے اور ایک اخبار
"مباہلہ" نامی نکالا تھا۔ اور اس اخبار میں اس قدر حضور ایدہ اللہ
کی ذات بابرکات کے خلاف گند اچھالا جاتا تھا۔ کہ ہم لوگ پڑھ کر
الامان والحفیظ کہا کرتے تھے۔ مجھے خود یاد ہے جماعت میں
اس فتنہ کے خلاف استاذی المکرم حضرت میر محمد اسحاق صاحب
رضی اللہ عنہ اور حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری پیش
پیش تھے۔ حضرت میر صاحب تو قرآن کریم کی تعلیم اور احادیث کے
واقعات بیان فرما کر ان الزامات کی لغویت کو ظاہر فرمایا کرتے
اور حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے ان کے اخبار مباہلہ کے
خلاف ایک پرچہ نکالا تھا۔ جس کا نام غالباً "جواب مباہلہ" تھا۔
اس پرچہ میں آپ نہایت ہی معقول اور مدلل رنگ میں ان کی بکواس
کا جواب دیا کرتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی تھی۔ کہ عدالت
میں مقدمہ چلا۔ اس مقدمہ میں جس کا فیصلہ بٹالہ میں ہوا۔ علاقہ
مجسٹریٹ کو جب ہمارے وکیل ملک برکت علی صاحب آف
لاہور نے مباہلہ کا پرچہ نکال کر دکھایا۔ تو مجھے خوب یاد ہے
وہ اس پرچہ کو دیکھ کر سر پیٹ کر رہ گیا۔ اور اس نے چند منٹ
بحث سن کر ہی مستری فضل کریم اور ان کے بیٹے مستری عبد الکریم
مولوی فاضل کو سزا کا حکم سنا دیا۔ اور دونوں جیل میں بھیج دیئے
گئے۔ اس مقدمہ میں جماعت کی طرف سے علاوہ وکلاء کے
جن کارکنوں نے حصہ لیا۔ ان میں حضرت میاں معراج الدین صاحب
عمر، حضرت مولوی فضل الدین صاحب وکیل حال ربوہ خاص
طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے معاونین کے طور پر مکرم ملک محمد عبد اللہ

صاحب فاضل اور خاکسار راقم الحروف بھی بٹالہ گئے تھے۔

۳۔ **احرار کا فتنہ**:۔ تیسرا بڑا فتنہ سابق جماعت احرار کی طرف سے کھڑا کیا گیا۔ گو یہ جماعت مخالفت تو کافی عرصہ سے کر رہی تھی۔ لیکن ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء ان کے عروج کا زمانہ تھا۔ چوہدری افضل حق، مولوی حبیب الرحمن لودھیانوی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان لوگوں کے لیڈر تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۴ء میں ایک بہت بڑے پیمانہ پر قادیان میں آریہ سکول کے قریب جماعت کے خلاف ایک جلسہ کیا۔ جس میں دہلی سے لیکر پشاور تک کے لوگ شامل ہوئے تھے۔ اس وقت کی گورنمنٹ کے بعض افسر بھی ان کی پشت پر تھے۔ اس جلسہ میں ہماری جماعت کے خلاف خوب کھل کر زہر اگلا گیا۔ اعتراضات کئے گئے۔ گند اچھالا گیا۔ اور شرپسندوں کو قتل و غارت پر اکسایا گیا۔ اس جلسہ کے شرکاء کا ایک معتد بہ حصہ گو ہماری جماعت کے خلاف بُرے اور گندے خیالات اپنے ساتھ لے گیا۔ لیکن ایسے لوگ بھی کثیر تعداد میں تھے۔ جو بھوک کی وجہ سے بیتاب ہو کر شہر میں گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ میں جا کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور اس وقت کے ناظر ضیافت حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضؓ کے اخلاق فاضلہ کے ایسے گرویدہ ہوئے۔ کہ اپنے اپنے گھروں میں واپس جا کر بہت سے لوگوں نے بیعت کے خطوط لکھ دیئے۔ اور جو باقی بچے۔ انہوں نے آئندہ کے لئے گندی مخالفت کرنا چھوڑ دی۔ ان دونوں قسم کے متعدد احباب کو خاکسار راقم الحروف ذاتی طور پر خوب جانتا ہے۔

اس زمانہ کے لوگ جانتے ہیں۔ کہ سابق پنجاب میں جماعت احرار نے اس قدر اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ کہ بڑے بڑے حکام بھی یہ سمجھنے لگ گئے تھے۔ کہ اگلی منسٹری احرار کے لیڈر بنائیں گے۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ ان لوگوں کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھانے سے احتراز کرتے تھے۔ ان ایام کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ سر سکندر حیات خاں پنجاب کے وزیر اعظم تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ احراری لیڈروں سے بھی راہ و رسم رکھتے تھے۔ ایک روز جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ لاہور تشریف لائے تو انہوں نے احرار لیڈر چوہدری افضل حق صاحب کو بھی اپنے ساتھ کھانے یا چائے پر مدعو کر لیا اور حضرت صاحب کو بھی دعوت دے دی۔ اور ایک ہی میز پر آمنے سامنے بٹھا دیا۔ اس وقت چوہدری افضل حق صاحب نے حضرت اقدس کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ مرزا صاحب! آپ دیکھیں گے کہ قلیل عرصہ کے اندر اندر کوئی مرزائی زیارت کے لئے بھی اس ملک میں نظر نہیں آئے گا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے ان کی یہ بات سن کر نہایت ہی پُر وقار لہجہ میں فرمایا۔ کہ چوہدری صاحب! عزت اور ذلت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے اگر ہم اس کی نگاہ میں جھوٹے ہیں اور راستی پر نہیں ہیں تو آپ کو مخالفت کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ خود ہی ہمارے سلسلہ کو تباہ و برباد کر دے گا۔ لیکن اگر ہم سچائی پر ہیں اور یقیناً سچائی پر ہیں۔ تو آپ لوگوں کی کیا حقیقت ہے۔ اگر دنیا کی ساری حکومتیں بھی مل کر ہمیں مٹانا چاہیں۔ تو ہرگز نہ مٹا سکیں گی۔

انہی ایام کا ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ اس زمانہ میں احرار ملک کے طول و عرض میں بڑے وسیع پیمانوں پر جلسے کر رہے تھے۔ اور جماعت کے خلاف حکومت اور پبلک کو اکسانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ بلکہ بعض ایسے حربے بھی استعمال کرتے

تھے - جو نہایت ہی قابل شرم تھے - ضلع لائل پور کے ایک شہر
میں ان لوگوں نے ایک بہت بڑا جلسہ کیا - ہزار ہا کی تعداد میں
لوگ شامل ہوئے اور احمدیت کے خلاف خوب جی بھر کر گند اچھالا
گیا - اس شہر میں صرف پانچ بالغ احمدی تھے - وہاں کے پولیس
افسر نے مجھے بتایا - کہ ایک روز چوہدری افضل حق صاحب ،
مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لودھیانوی اور سید عطاء اللہ
صاحب بخاری تینوں لیڈر میرے پاس تشریف لے آئے
میں ان کی عظمت کا بڑا قائل تھا - میں نے ان کی خوب آؤ بھگت
کی - مگر جب انہوں نے مجھے یہ کہا - کہ یہاں کے پانچوں بالغ
احمدیوں کو اس الزام میں گرفتار کر لو - کہ انہوں نے ہمارے
جلسہ میں گڑبڑ ڈالنے کی کوشش کی ہے - تو میں سخت حیران
ہوا - کیونکہ مقامی افسر ہونے کی وجہ سے میں جانتا تھا - کہ وہ
نہایت ہی شریف لوگ ہیں اور اپنے گھروں میں سر چھپا کر بیٹھے
ہوئے ہیں - مگر میں ان لیڈروں کی ہر دلعزیزی کی وجہ سے انہیں
مایوس بھی نہ کر سکا - اور با دل ناخواستہ ان معصوم اور بیگناہ
احمدیوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا - مگر میں دل میں اس قدر
شرمسار اور پریشان تھا - کہ مجھے نہ دن کو چین آتا تھا نہ رات
کو - اور میں سوچتا تھا کہ یا اللہ ! یہ لوگ ہمارے مذہبی لیڈر
ہیں جو سچ اور جھوٹ میں تمیز ہی نہیں کرتے - چنانچہ میں اندر
ہی اندر احمدیت کی سچائی کا قائل ہو گیا - اور جب تھوڑے
عرصہ کے بعد میرا وہاں سے تبادلہ ہوا - تو دوسری جگہ پہنچتے
ہی سب سے پہلا کام جو میں نے کیا - وہ یہ تھا - کہ حضرت
امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بیعت کا خط
لکھا اور جماعت میں شامل ہو گیا -

سر ایمرسن اس زمانہ میں پنجاب کے گورنر تھے - اور
وہ بھی جماعت کے خلاف احراریوں کی پیٹھ ٹھونکا کرتے تھے
چونکہ بعض حکام اور احراریوں کی طرف سے جماعت کی صفوں
میں انتشار پیدا کرنے کی کوششیں جاری تھیں - اور معصوم اور
بے گناہ احمدیوں کو مختلف ناجائز طریقوں سے ہراساں کیا جاتا
تھا - اس لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ پر
بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی تھی - آپ جہاں جماعت کو دعائیں
کرنے اور صدقہ و خیرات کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے - وہاں
خود بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر نصرتِ الٰہی طلب کیا
کرتے تھے - ایک مرتبہ تو مجھے خوب یاد ہے - حضور نے
خطبہ جمعہ کے دوران غالباً تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے
عرض کی کہ متیٰ نصر اللہ ، متیٰ نصر اللہ ، متیٰ نصر اللہ -
اس وقت جماعت کا یہ حال تھا - کہ سب کے دل پگھل رہے تھے
اور خدا تعالیٰ سے دعاؤں میں مشغول تھے -

سر ایمرسن گورنر ہر ممکن کوشش میں تھے - کہ کسی طرح موقعہ
ملے - تو حضرت اقدس کو زیر الزام لانے کا بہانہ تلاش کریں - مگر
وہ سراسر ناکام رہے - ان ایام میں چونکہ حضور کا خطبہ جمعہ لمبا
ہو جایا کرتا تھا - اور اڑھائی بجے کے قریب گاڑی قادیان سے
بٹالہ کے لئے روانہ ہوتی تھی - اس لئے حضور کا خطبہ نوٹ کرنے
کے لئے حکومت کی طرف سے دو رپورٹر مقرر تھے - ایک رپورٹر
گاڑی چلنے سے پہلے کا مضمون نوٹ کر کے گاڑی پر چلا جایا کرتا تھا
اور دوسرا خطبے کا بقیہ حصہ نوٹ کیا کرتا تھا - سر ایمرسن حضرت
اقدس کی خداداد ذہانت اور فراست کو دیکھ کر حیران تھے -
وہ کہا کرتے تھے - کہ یہ عجیب انسان ہے - اپنی قوم کو بیدار کرنے
اور ابھارنے کے لئے ایسی زبردست تقریر کرتا ہے کہ جو سراسر
قابل اعتراض ہوتی ہے - مگر آخر میں ایک ہی فقرہ ایسا کہہ جاتا ہے

کہ جس سے پہلی تقریر ساری کی ساری ناقابلِ اعتراض ہو کر رہ جاتی ہے - اور ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کر سکتے -

ان ایام میں جماعت ایک بہت بڑے ابتلاء میں سے گذر رہی تھی - چنانچہ انہی ایام کا واقعہ ہے - کہ ایک بدبخت نے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ پر عین اس وقت لاٹھی سے حملہ کیا جبکہ آپ سائیکل پر سوار ہو کر شہر سے باہر اپنی کوٹھی کی طرف جا رہے تھے - اور اس مسجد کے پاس سے گذر رہے تھے - جو محترم شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان کے نزدیک تھی - مگر چونکہ آپ کو بروقت پتہ لگ گیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے قوی الجثہ بھی تھے - اس لئے آپ نے اس لاٹھی کو اپنے ہاتھ پر لیا - اور زخمی ہونے سے بچ گئے - نتیجۃً قادیان کی ساری جماعت غم و غصہ سے بھر گئی - اور قریب تھا کہ کوئی زبردست فساد ہو جاتا اور گورنمنٹ کو دخل دینے کا موقعہ مل جاتا - مگر آفرین ہے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر کہ حضور نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا - کہ اگر دشمن ہماری عورتوں کو قادیان کی گلیوں میں گھسیٹنا شروع کر دے تو بھی جماعت کے لئے میری تعلیم یہی ہے کہ وہ ان ابتلا کے ایام کو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ گذارے اور احرار کی ناکامی اور اپنی فتح کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا - کہ

(۱) "میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں"

(۲) کشتی احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پُرخطر چٹانوں میں سے گذرتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچا دیگا۔

یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں[۵]-

اس اعلان کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسجد شہید گنج لاہور کا واقعہ پیدا کر دیا - یہ مسجد جو اسٹیشن لاہور کے قریب اور لنڈا بازار کے سرے پر واقعہ ہے انگریزی حکومت سے پیشتر سکھوں کے زمانہ سے ہی سکھوں کے قبضہ میں چلی آتی تھی - اس میں کسی مسلمان نے گھس کر بانگ دیدی تھی بس پھر کیا تھا - سکھ اس پر بہت بگڑے اور مسلمان جو پہلے ہی اس مسجد کی واگذاری کے لئے بیتاب تھے - ان میں جوش پیدا ہوا - اور وہ اس مسجد کے حصول کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے پر تُل گئے - لیکن احرار نے اس موقعہ پر مسلمانوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا - جس کا نتیجہ یہ نکلا - کہ مولانا ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر زمیندار نے ایک "مجلسِ اتحاد" قائم کی - جسے نیلے کپڑے پہننے کی وجہ سے "نیلی پوش" بھی کہا جاتا تھا - اس مجلس نے مجلسِ احرار کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا - جس سے احرار اپنی حیثیت کو کھو بیٹھی - اور مولانا ظفر علی خاں صاحب کی مقبولیت میں اضافہ ہو گیا -

لگے ہاتھوں مولانا ظفر علی خاں کا قصہ بھی سن لیجئے مولانا کی بھی ساری عمر جماعت کی مخالفت میں ہی گذری ہے انہوں نے مسلمان قوم کی حب الوطنی اور جذبۂ دینی کو ابھار ابھار کر خوب دولت جمع کی - لاہور میں ایک شاندار بلڈنگ اور اپنے آبائی گاؤں کرم آباد ضلع گوجرانوالہ میں ایک مسجد اور کوٹھی تیار کروائی اور اس ظاہری شان و شوکت کو اپنی فتح کا

---

۵ - خطبہ جمعہ مندرجہ فاروق ۱۲ نومبر ۱۹۳۴ء

نشان قرار دینے لگے۔ مگر جب بھی بیمار ہوئے۔ احمدی افراد نے ہی ان کی خدمت اور علاج معالجہ کی طرف توجہ دی۔ حتی کہ آخری بیماری میں بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ہدایت کے مطابق احمدی ڈاکٹر ہی ان کا علاج کرتے رہے اور انجام ان کا اس امر سے ظاہر ہے کہ گذشتہ سال مجھے وزیرآباد کی جماعت کے امیر محترم میاں غلام احمد صاحب کے ساتھ کرم آباد جانے کا موقع ملا۔ مولانا کی مسجد کے محافظ نے بتایا۔ کہ مولانا ظفر علی خاں کی تین خواہشیں تھیں۔ ایک یہ کہ کرم آباد میں مسجد بن جائے۔ دوسرے یہ کہ کوٹھی تیار ہو جائے اور تیسرے یہ کہ ان کی زندگی میں "مرزائیت" تباہ ہو جائے ان کی پہلی دونوں خواہشیں تو اللہ تعالیٰ نے پوری کر دیں۔ مگر افسوس کہ تیسری پوری نہیں ہوئی۔ اور مرزائیت دن بدن عروج پر ہے۔

۴۔ مصری فتنہ:۔ چوتھا بڑا فتنہ ۱۹۳۷ء میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کھڑا کیا۔ اس شخص نے جماعت احمدیہ کے محبوب آقا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات بابرکات پر ایسے گندے اور فحش الزام لگائے۔ کہ حضور کی ذات تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ان الزامات سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔ کسی کمزور سے کمزور احمدی کے متعلق بھی ایسے الزام لگانے والا یقیناً فاسق و فاجر شخص ہی ہو سکتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اس شخص نے نہایت ہی ذلیل اور ناپاک الزامات پر مشتمل چند خطوط لکھے تھے۔ جن کی حضور نے متعدد نقلیں کروا کر جماعت کے بعض احباب کو بھجوائی تھیں۔ چنانچہ ایک نقل مجھے بھی بھجوائی گئی تھی۔ میں نے جب ان خطوط کو پڑھا۔ تو مجھے اس قدر تکلیف ہوئی۔ کہ الفاظ اس کے بیان سے قاصر ہیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس شخص کے دل میں حضور کی عداوت اور کینہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور یہ حضور پر الزامات لگا کر بدلہ لینا چاہتا ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ اس شخص کے بغض کے موجبات کیا ہیں؟ مگر یہاں ان کے بیان کا موقعہ نہیں۔ حضرت اقدس نے ان الزامات کا ذکر کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ میں ایک خطبہ یا تقریر کے دوران میں فرمایا تھا۔ کہ چونکہ اس شخص نے از راہ ظلم مجھ پر یہ الزامات عاید کئے ہیں۔ اس لئے اب یہ شخص نہیں مرے گا۔ جب تک یہ خود ان میں گرفتار نہ ہو جائے۔ چنانچہ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ اس کے خاندان کا کیا حشر ہوا۔ مگر امیرالمومنین کی بلند و بالا شخصیت کو دیکھئے کہ قادیان کا ذکر ہے۔ ایک روز ہماری جماعت کے دو گریجوایٹ نوجوان مسجد مبارک میں مصری صاحب کی باتیں کر رہے تھے۔ کہ اچانک حضرت امیرالمومنین نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور حضور کے کانوں میں مصری صاحب کا ذکر پڑ گیا۔ نماز کے بعد حضور نے ان دونوں کو قصر خلافت میں طلب فرما کر پوچھا کہ وہ کیا بات تھی۔ جو تم کر رہے تھے۔ انہوں نے مصری صاحب کی ایک لڑکی کا ذکر شروع کیا ہی تھا۔ کہ حضور نے فرمایا۔ میں یہ نہیں سننا چاہتا میں سمجھا تھا کہ کوئی اور بات ہے۔

مصری صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد صاحب کی شادی مشرقی افریقہ کے ڈاکٹر فضل دین صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ ہو چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ان کے عزیزوں میں بھی حضور کے خلاف جی بھر کر پروپیگنڈا کیا۔ مگر الحمد للہ کہ ان کا انجام تو خدا تعالیٰ نے

محمود کر دیا۔ لیکن افریقہ میں بھی مصری صاحب کے بچوں پر جو گذری۔ اس کا ذکر ۶ر اگست ۱۹۶۴ء کے اخبار بدر قادیان سے محترم چوہدری عنایت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ مقیم دار السلام ٹانگانیکا کی زبانی سنئے۔ چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔

"جن دنوں یہ عاجز موشی میں فوج میں ہوا کرتا تھا۔ مصری صاحب کے لڑکوں میں سے ایک بشیر مصری اروشہ آغا خانی سکول میں ہیڈ ماسٹر ہوا کرتا تھا۔ اروشہ موشی سے صرف ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور الشین کا کثرت سے وہاں آنا جانا تھا۔ سکول میں لڑکے اور لڑکیاں سب پڑھتے ہیں۔ سکول والوں نے انہیں بدچلنی کے الزام میں برطرف کر دیا۔ ایک دوسرے لڑکے نے کمپالہ ٹیچرز ٹریننگ کالج میں پڑھانا شروع کیا۔ اور کمپالہ میں ان کی بعض ناقابل بیان حرکات کے باعث ان کے والد صاحب (یعنی شیخ عبد الرحمن صاحب مصری۔ ناقل) کی بھی جو ان دنوں یوگنڈا میں ہی تھے۔ ذلت و رسوائی ہوئی۔"[1]

مصری صاحب کی ایک اور ذلت:۔ محترم چوہدری عنایت اللہ صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"۱۹۶۰ء میں مصری صاحب کا یوگنڈا میں آنا ہی تھا۔ کہ ان کے بڑے لڑکے بشیر مصری نے جو کچھ عرصہ سے اپنے سُنی مسلمان ہو جانے کا اعلان کر چکے تھے ...... ایک مقدمہ شروع کر دیا۔ بشیر مصری یوگنڈا لیجسلیٹو کی رکنیت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کے بالمقابل دوسرے امیدوار جناب میجر عصمت اللہ صاحب ڈین تھے۔ اب بشیر مصری کو یہ سوجھی۔ کہ کامیابی کے لئے احمدیت سے تائب ہونے کا اعلان ضروری ہے۔ چنانچہ احمدیت سے تائب ہونے کا اعلان کر کے میجر عصمت اللہ صاحب ڈین پر مقدمہ کر دیا۔ کہ چونکہ میجر صاحب نے مجھے قادیانی کہا ہے۔ حالانکہ میں سُنی ہوں۔ اور قادیانی کافر ہوتے ہیں۔ لہٰذا میجر صاحب نے میری توہین کر کے میری شہرت کو نقصان پہنچایا ہے۔ ...... مقدمہ شروع ہوا۔ باوجود کئی ماہ کی مہلت ملنے کے مصری صاحب کا لڑکا اپنی طرف سے عدالت میں ایک بھی گواہ پیش نہ کر سکا۔ جس پر فاضل جج نے تمام حرجانہ بشیر مصری پر ڈالکر مقدمہ خارج کر دیا۔"[1]

محترم چوہدری صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"خدائے علیم و حکیم نے مصری صاحب کی آنکھیں کھولنے کے لئے ان کے یوگنڈا آنے سے پہلے ہی تازیانۂ عبرت تیار کر رکھا تھا۔ لیکن افسوس انہوں نے اس سے بھی سبق حاصل نہ کرنا تھا سو نہ کیا۔

میجر عصمت اللہ صاحب ڈین جو خود سُنی ہیں۔ عدالت میں یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ احمدی کافر نہیں بلکہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں۔ بشیر مصری مدعی کے والدین یعنی شیخ عبد الرحمن صاحب مصری اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو بطور گواہ عدالت میں بلانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لئے مختلف ذرائع سے مدعی اور مدعا علیہ کے مابین سمجھوتہ کرانے کی بے حد کوشش کی گئی۔ کہ کسی طرح یہ باپ بیٹا ذلت و رسوائی سے بچ جائیں۔ لیکن آسمانی فیصلوں کو کون بدل سکتا ہے۔"[2]

میں نے جناب مصری صاحب کے خاندان کی ذلت کے بعض پہلوؤں کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ان کو زیر بحث لانے سے میری طبیعت ہچکچاتی اور حجاب محسوس کرتی ہے۔ مگر

۱۔ بدر ۶ر اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

۱۔ بدر ۶ر اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۰ ۔ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۱

بہرحال جس قدر ذکر ہو چکا ہے وہ بھی ایک عبرت حاصل کرنے والے کے لئے بہت کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شیخ صاحب موصوف کی آنکھیں کھولے اور وہ اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر دوبارہ خلافت کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر سعادتِ دارین حاصل کریں۔ آمین اللھم آمین

۵۔ تقسیمِ ملک پر ابتلا:۔ پانچواں بڑا فتنہ تقسیم ملک کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح اور دیگر تمام دردمند مسلمان یہ سمجھتے تھے۔ کہ تقسیم ملک کی صورت میں بھارت اور پاکستان دونوں ملک آرام سے الگ الگ حصوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ مگر ہندوؤں نے سکھ قوم کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں مسلمانوں کے خلاف اکسایا۔ اور انہوں نے جہالت سے مشرقی پنجاب میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ اور اس کام میں پنجاب کی ریاستوں کی فوج نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ نتیجۃً سارے ملک میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ مردوں کو قتل کر کے نوجوان عورتوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا گیا۔ قادیان بھی چونکہ مشرقی پنجاب کا ایک اہم قصبہ اور جماعت احمدیہ کا مرکز تھا۔ اس لئے قادیان پر بھی متعدد حملے کئے گئے۔ مگر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور دیگر احمدی بزرگوں کی دعاؤں اور کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بال بال بچا لیا۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پاکستان میں پہنچ کر پہلے قادیان کی عورتوں اور بچوں کو بحفاظت نکال کر پاکستان پہنچانے کا انتظام فرمایا اور پھر مردوں کو۔ تاہم حضور کی سابقہ رؤیا کے مطابق قادیان کی مسجد مبارک کا حلقہ جس میں سلسلہ کے مقدس مقامات ہیں دشمن کے حملوں سے محفوظ رہا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تک اس حلقہ میں سینکڑوں احمدی دعاؤں اور قربانیوں کے ذریعہ مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ادھر پاکستان آکر جماعت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ مگر حضور نے بہت جلد نیا مرکز "ربوہ" قائم فرما کر ان کی شیرازہ بندی کا اہتمام فرما دیا اور ربوہ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی وسعت کے اعتبار سے قادیان سے بھی زیادہ بڑا ہے اب تمام جماعت کے فعّال مرکز کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہو چکا ہے۔

۶۔ ۱۹۵۳ء کا عظیم فتنہ:۔ ایک خطرناک اور عظیم فتنہ جس نے پہلے تمام فتنوں کو مات کر دیا۔ ۱۹۵۳ء کا فتنہ تھا اس زمانہ میں مغربی پاکستان کے تمام فرقوں نے مل کر احمدیت کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا تھا۔ اور فیصلہ یہ کیا گیا تھا۔ کہ سارے کے سارے مسلمان مل کر جماعت احمدیہ کے ایک ایک فرد کو چن چن کر صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔ اور اس کے لئے شوریدہ سر علماء نے ۶ مارچ ۵۳ء کا دن بھی مقرر کر دیا تھا۔ حکومت کی طرف سے سلسلہ کے اخبارات بھی بند کر دیئے گئے۔ اور خطرہ یہاں تک بڑھ چکا تھا کہ کسی احمدی کے لئے ریل گاڑی میں یا بسوں میں سفر کرنا بھی ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت کے نام سائیکلوسٹائیکل کے ذریعہ شائع کر کے چٹھیاں بھجوانی شروع کیں۔ اور ان میں ایک واضح ہدایت یہ دی۔ کہ جماعت کا کوئی شخص اپنا گھر خالی کر کے کسی دوسری جگہ جانے کی کوشش نہ کرے۔ اور یہ تسلی بھی دی۔ کہ جماعت کے لوگ ہرگز نہ گھبرائیں۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے اور مجھے ہرگز نہیں چھوڑیگا۔ بلکہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا چلا آتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور دوسرے لیڈروں کو جب اس چٹھی کا علم ہوا۔ تو انہوں نے بڑے بڑے جلسوں میں

عوام کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ مرزا محمود کی عبارت دیکھو۔ کہ ان
کی جماعت اور وہ خود بھی جو چند دن کے مہمان نظر آتے ہیں۔
سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں مسلمان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

مگر زمانہ شاہد ہے کہ جو الفاظ حضور کے منہ سے نکلے تھے
وہ سچے ثابت ہوئے۔ اور کسی مخالف نے کسی احمدی کے گھر میں داخل
ہو کر اس پر حملہ نہیں کیا۔ لاہور میں جو پانچ چھ احمدی شہید ہوئے۔
وہ بھی گھروں سے باہر جاتے ہوئے مخالفین میں گھر گئے اور جامِ شہادت
نوش فرمایا۔ ہر جگہ احمدیوں کا دشمنوں پر اس قدر رعب طاری تھا۔ کہ
یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا فرشتے احمدیوں کے گھروں کا پہرہ دے
رہے ہیں۔ بلکہ اکثر مقامات پر دشمنانِ احمدیت کو ایسے مسلح افراد
نظر بھی آئے۔ اور بعد میں انہوں نے احمدیوں کو کہا بھی۔ کہ آپ
لوگوں نے خواہ مخواہ مرکز سے مسلح افراد کو اپنی حفاظت کے لئے بلایا۔
ہمارا تو کوئی ارادہ آپ پر حملہ کرنے کا نہیں تھا۔

اس فتنہ کا ازالہ خدا تعالیٰ نے اس طرح کیا کہ اپنی پیشگوئی
یاتیک الافواج بغتۃً کے ماتحت پاکستانی فوج کے افسروں
کے دلوں کو ملک میں امن قائم کرنے کیلئے مائل کر دیا اور انہوں نے
مارشل لاء لگا کر اس قتل و غارت اور لوٹ مار کو ایک دن میں
بند کر دیا۔ اور تمام ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔ حالانکہ اس
سے قبل اس زمانہ کے حکام اور وزراء کہتے تھے۔ کہ ہم بے بس ہیں
سارے ملک کے لوگوں کی رائے کو ہم کس طرح ٹھکرا سکتے ہیں۔
حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان حکام میں سے بھی اکثریت شر پسندوں
کے ساتھ تھی۔ اور جو انصاف پسند تھے وہ بے بس تھے مگر ہمارا
خدا جو احکم الحاکمین خدا ہے۔ اور جس نے اپنی کتاب حکیم میں یہ فیصلہ
دے رکھا ہے۔ کہ "کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔
اس نے جماعت احمدیہ کو معاندینِ احمدیت کے منصوبوں سے
بال بال بچا لیا۔ بلکہ بہت سے لوگ جو اس وقت اس لوٹ
میں تھے۔ کہ دیکھیں اب جماعت کا کیا حشر ہوتا ہے۔ جب
احمدیت کے سر پر سے یہ ابتلاء اور آزمائش کے بادل ٹل گئے۔
تو وہ لوگ احمدیت میں شامل ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

۷۔ انکارِ خلافت کا اندرونی فتنہ:۔ جماعت کے
اندر آخری بڑا فتنہ میاں عبدالمنان صاحب اور مولوی عبدالوہاب
صاحب نے اندر ہی اندر کھڑا کیا تھا۔ جس کا جماعت پر مکمل انکشاف
۱۹۵۶ء میں ہوا۔ اور حضرت امیر المومنین کے بروقت جرأتمندانہ
اقدام اور جماعت کی خلافت سے بے مثال وفاداری کے سبب
اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس فتنہ کا بھی سدِّباب ہو گیا۔

پرانے لوگ جانتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کے تعلقات شروع
سے ہی غیر مبائعین کے ساتھ رہے ہیں۔ اور سیدنا حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور آپ کے صاحبزادگان
خصوصاً حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ
کی مخالفت ان کا نصب العین رہا ہے۔ ان لوگوں نے سمجھا تھا۔ کہ
حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے
جماعت کا ایک کثیر حصہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ اور
ہم جماعت میں فتنہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن انہوں
نے اتنا سوچنے کی کوشش نہ کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ اور
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے آنے والے خطرات کو بھانپ
کر جماعت کے قلوب میں خلافت کی عظمت ایسے رنگ میں بٹھا
دی ہے۔ کہ اب یہ ناممکن ہے۔ کہ جماعت کی اکثریت خلافت
کے نظام میں ابتری پھیلانے والوں یا جماعت میں تفرقہ ڈالنے
والوں کو محض اس وجہ سے معاف کر دے۔ کہ یہ کسی بڑے آدمی کی

اولاد ہیں۔ جماعت کا نظام اور وحدت بہرحال ہر عزیز سے عزیز چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب ان لوگوں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بیماری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر جماعت میں انشقاق اور تفرقہ کا بیج بونا شروع کر دیا تو حضرت اقدس کی دُوربین نگاہوں نے اسے اسی وقت بھانپ لیا۔ اور ان کی ساری سابقہ ہسٹری کو جماعت کے سامنے پیش کر کے آئندہ کے لئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایسے قوانین بنا دیئے کہ جن سے فتنہ پیدا ہونے کا امکان ہی نہ رہے۔ دیکھئے حضور کی تقاریر "خلافتِ حقہ اسلامیہ" اور "نظامِ اسلامی کی مخالفت اور اس کا پس منظر"۔ ان دونوں رسالوں میں حضور نے اس فتنہ کو اس طرح واشگاف کر کے رکھدیا ہے۔ کہ ناممکن ہے کہ اب کوئی غیور احمدی ایسے لوگوں کو مُنہ لگانے کے لئے تیار ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ آئندہ بھی جماعت کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ہر قسم کے فتنوں سے جماعت کو محفوظ و مامون رکھے۔ اور ہمیشہ حق و صداقت کا معین و مددگار رہے۔ آمین ثم آمین

یہ مضمون چونکہ خاصا طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
ایسا ہی پاؤ گے سخن کردگار میں
جس دل میں رچ گیا ہے محبت سے اس کا نام
وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اسکے کام

(درثمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات میں سے

چند قیمتی اقتباسات

---

(۱) "اس وقت اسلام کی ترقی اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے دین کی ترقی خلفاء کے ساتھ وابستہ کیا کرتا ہے۔ پس جو میری سُنے گا وہ جیتے گا اور جو میری نہیں سُنے گا وہ ہارے گا۔"

---

(۲) "اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے احمدیت کی ترقی کو میرے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ گویا جدھر مَیں ہوں گا اُدھر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوں گے۔ اور اُدھر ہی خدا تعالیٰ ہو گا۔"

---

(۳) "خدا نے اس جماعت اور سلسلہ کی ترقی کو میری ذات سے وابستہ کر دیا ہے اور اس نے اپنے نام اور اپنی طاقت اور اپنے جلال کے اظہار کیلئے مجھے چُن لیا ہے۔"

---

(۴) "یہ زمین و آسمان کے خدا کا وعدہ ہے کہ بہرحال میری زندگی میں جماعت کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا.... میری زندگی میں کوئی انسانی طاقت اس سلسلہ کی ترقی کو روک نہیں سکتی۔"

مجالس خدام الاحمدیہ کے صفحات

تلقینِ عمل!

نوٹ :- گزشتہ سالانہ اجتماع پر مختلف شعبہ جات کے مرکزی مہتممین کی طرف سے جو ضروری گزارشات عہدیداران خدام الاحمدیہ سے کی گئی تھیں ان کی ایک قسط خالد کے شمارہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ دوسری قسط اب اس شمارہ میں درج کی جاتی ہے۔ جملہ مجالس کے متعلقہ عہدیداران انہیں غور سے پڑھیں اور ان کے مطابق عمل کریں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(ادارہ)

شعبۂ اعتماد

آج کے پروگرام میں مَیں اپنے خدام بھائیوں سے مختصراً چند ایک گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ سال کے شروع میں مرکز کی طرف سے ایک اصولی لائحہ عمل تجویز کر کے آپ کو بھجوایا گیا تھا مگر ماہوار رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مجالس نے پڑھا تک نہیں بلکہ کم و بیش آدھی مجالس نے تو ایک رپورٹ تک بھی لائحہ عمل کے مطابق نہیں بھجوائی۔

اس وقت کُل مجالس کی تعداد ۶۳۷ ہے۔ دوران سال مجالس کی طرف سے رپورٹیں بھجوانے کا معیار زیادہ خوشکن نہیں۔ صرف ۲۰ بیس فیصد مجالس نے رپورٹیں بھجوائیں گو پچھلے سال صرف ۱۴ فیصد مجالس نے بھجوائی تھیں۔ اگرچہ چھ فیصد کا اضافہ ہے مگر اس طرف توجہ کی ابھی بہت ضرورت ہے۔ دفتر مرکزیہ کے ساتھ مجالس کا براہِ راست تعلق بہت ضروری ہے۔

مرکز کے ساتھ رابطہ رکھنے سے آپ کو ہر لحاظ سے فائدہ ہوگا۔ آپ کی مساعی کا مرکز کو علم ہوگا اور مرکز صحیح طور پر آپ کی رہنمائی کر سکے گا۔ اکثر مجالس کی طرف سے غیر معین رپورٹیں ملتی ہیں۔ رپورٹیں مرتب کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اعداد و شمار درست اور معیّن ہوں۔ رپورٹوں کے متعلق مرکز کو یہ بھی شکایت ہے کہ مجالس رپورٹیں بر وقت نہیں بھجواتیں۔ رپورٹیں ۱۵ تاریخ سے قبل ہر ماہ مرکز میں وصول ہو جانی ضروری ہیں نیز مہتممین مرکزیہ نے شعبہ جات کی رپورٹوں پر اپنے ماہوار تبصرہ میں جو امور دریافت کئے ہوتے ہیں ان کا اندراج بھی ضرور ہونا چاہیئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے اپنے پاؤں پر کھڑی ہے اور ان عظیم مقاصد کی طرف بڑی سرگرمی سے رواں دواں ہے جنہیں حاصل

کرنے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس مجلس کو قائم فرمایا تھا یعنی احمدی نوجوانوں کی تنظیم ــــــ روحانی ترقی اور اس روح کا قیام جس کی بدولت نوجوان خدائے رحیم و کریم سے سچا ذاتی تعلق قائم کر کے باری تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں اور مادہ پرستی کے تاریک دور میں روحانیت کی مشعل سے تمام بنی نوع کے دلوں کو منور کر دیں اللہ تعالیٰ اپنی خاص نصرت اور برکت ہمارے شامل حال کرے اور ہمیں صحیح رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہر آنے والا سال ہمیں منزلِ مقصود کے قریب تر کرتا چلا جائے۔

شعبہ خدمتِ خلق

برادران! مجھے اس وقت شعبہ خدمتِ خلق سے متعلق چند معروضات پیش کرنے کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ یوں تو مجلس خدام الاحمدیہ کے تمام شعبے اپنے دُور رس اثرات کے لحاظ سے اہم اور قابلِ توجہ ہیں لیکن خدمتِ خلق کا شعبہ بعض اہم اسلامی اور انسانی فرائض کا خلاصہ ہونیکے علاوہ تبلیغی لحاظ سے بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ رنگ و نسل، مذہب وعقیدہ اور دیگر طبقاتی امتیازات سے بالاتر ہو کر انسانوں کی بے لوث خدمت کی وجہ سے ہماری جماعت اور خصوصاً ہمارے نوجوان خاص طور پر نیک نامی اور شہرت کا شرف رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجالس حتی المقدور اس اہم شعبے کی سکیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ خدمتِ خلق کے ہمقا طبیبی اثرات سے فائدہ اٹھا کر عیسائی مشنریوں نے جھوٹ پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ یہ جذبہ، حق وصداقت کی اشاعت میں ممد نہ ہو! سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدمتِ خلق کے کاموں میں جوش و خروش سے حصہ لینے کی طرف بارہا توجہ دلائی ہے اور اس کے نتیجے میں خدمتِ خلق کی عمدہ مثالوں سے آگاہ ہو کر حضور نے از راہِ ذرہ نوازی خدام کی مساعی کو سراہا بھی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خدمتِ خلق کے کاموں میں وسعت اور باقاعدگی پیدا کی جائے حتیٰ کہ یہ جذبہ ہمارا شعار بلکہ عادتِ ثانیہ بن جائے۔

قائدین مجالس سے درخواست ہے کہ وہ شعبہ خدمتِ خلق کی سکیم پر جو مطبوعہ لائحہ عمل میں موجود ہے منظم طریق سے عمل کروانے کی سعی فرمائیں اور اپنے وسائل کی رعایت سے مندرجہ ذیل امور کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

(۱) "حلف الفضول" کی سکیم کو عملی جامہ پہنا کر اپنے ماحول میں عدل وانصاف کو قائم کیا جائے اور ظلم کی روایات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ "حلف الفضول" کے متعلق سیدنا حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر "آج بھی کوئی مجھے اس معاہدہ کے لئے بلائے تو میں حاضر ہوں"۔ اس سے اسکی فضیلت ظاہر ہے۔

(۲) کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ خدام

FIRST AID کی تربیت حاصل کریں بعض بڑی مجالس مثلاً کراچی۔ راولپنڈی۔ ڈھاکہ۔ ربوہ وغیرہ نے رفاہی ڈسپنسریاں جاری کی ہوئی ہیں۔ یہ خدمتِ خلق کا ایک عمدہ ذریعہ ہیں۔ اگر اوسط درجے کی مجالس ہومیوپیتھک طریقۂ علاج کی ڈسپنسریاں جاری کریں تو کچھ مشکل نہیں کیونکہ یہ علاج ارزاں ہے۔

(۳) بنیادی جمہوریتوں کے ادارے، یونین کونسلیں سڑکیں سکول وغیرہ " اپنی مدد آپ" کے اصول پر قائم کر رہے ہیں۔ مجالس کو چاہیئے کہ ایسے مواقع پر سرگرمی سے ان اداروں سے تعاون کریں اس کے اثرات انشاء اللہ بہت مفید ہوں گے۔

(۴) شعبہ خدمتِ خلق کی سکیم میں مجالس میں " حزب خدمتِ خلق" کا قیام بھی شامل ہے تا ایسے خدام تیار ہو سکیں جو سیلاب۔ طوفان۔ زلازل۔ آگ۔ وبائی امراض اور دیگر آسمانی آفات کے وقت حکام سے تعاون کر سکیں۔ ابھی تک مجالس نے ایسے حزب قائم نہیں کئے اور اگر کئے ہیں تو معیّن اعداد وشمار میں اس کی اطلاع مرکز کو نہیں بھجوائی گئی۔ الّا ماشاء اللہ، مجالس ایسے حزب قائم کر کے مرکز کو اطلاع دیں۔

(۵) خدمتِ خلق کا کام ضرورت اور موقع کے لحاظ سے یوں تو ہر وقت جاری رہنا چاہیئے مگر وسیع پیمانے پر اس کی اہمیّت کا احساس پیدا کرنے کے لئے مجالس سال بھر میں ایک دو ہفتے خاص طور پر خدمتِ خلق کے کاموں کے منائیں۔ ایسے ہفتے میں ہسپتالوں میں جا کر وسیع پیمانے پر مریضوں کی عیادت کی جائے بلڈ بنک میں خون کا عطیہ دیا جائے ۔ بسوں میں مسافروں کو جگہ دی جائے اور ایک دو وقت خود بھوکا رہ کر اپنا کھانا غرباء کو دیا جائے۔ اگر ہو سکے تو اجلاس میں ایسے مضامین بھی پڑھے جائیں جن میں خدمتِ خلق کے کاموں کی فضیلت بیان کی جائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح رنگ میں مجلس کی سکیموں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

"مُراقب"

حسبِ ارشاد محترم صدر صاحب مجلس خدّام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ سے "انسپکٹر" مجلس خدّام الاحمدیہ مرکزیہ کا نام "مُراقب" مجلس خدام الاحمدیّہ مرکزیہ تجویز کیا جاتا ہے۔

آئندہ سے جملہ مجالس خدام الاحمدیہ اور دیگر احباب انسپکٹر کو مُراقب کے نام سے یاد کریں۔

معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

(محترم عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے از گھٹیالیاں)

۱

لبِ گُل سے نہ بزمِ دوستاں سے
سُنو! رودادِ دل۔ دل کی زباں سے
سُناتا ہوں کسی اِک مصلحت سے
محبّت کا فسانہ درمیاں سے

۲

سُنو! اے ہم صفیرو! ہم نواؤ!
صدا یہ آرہی ہے آسماں سے
نہ ہو جب تک گُلوں پر برق پاشی
چمن میں انقلاب آئے کہاں سے

۳

فقط اِس وجہ سے اہلِ چمن آج!
نظر آتے ہیں مُجھ سے بدگُماں سے!
کہ مَیں امن و سکونِ دل کی خاطر
لڑائی لڑ رہا ہوں اِک جہاں سے

۴

تلاطم موج زن ہے ہر فضا میں
بچے گا کون اِس سیلِ رواں سے
نہ جانے یہ کہاں برسے گی جا کر
گھٹا اُٹھی ہے اِک گھٹیالیاں سے

ماں کی محبت

(محترم حکیم محمد صدیق صاحب فاضل دواخانہ طبیہ ربوہ)

اک دن کسی حسینہ نے عاشق سے یہ کہا
مجھ سے اگر ہے پیار تو مانو کہا مرا
دل اپنی ماں کا سینے سے لاؤ نکال کر
ورنہ کبھی نہ مانوں گی دعویٰ یہ پیار کا
اندھا کیا جواں کو حسینہ کے عشق نے
فوراً روانہ کوچۂ محبوب سے ہوا
احساں نہ اس کو یاد رہا ماں کا ایک بھی
ایسا خمارِ عشق نے دیوانہ کر دیا
دل سے سبھی نکل گیا اس ماں کا احترام
جس نے کہ اس کے واسطے ہر رنج و دُکھ سہا
سر میں جنونِ عشق تھا خنجر تھا ہاتھ میں
ظالم کا پاؤں ظلم کی جانب تھا بڑھ رہا
بیٹے کا پیار دل میں لئے ماں تھی سو رہی
جاتے ہی اس پہ بیٹے نے خنجر چلا دیا
اِک آہِ سرد کھینچ کے ماں ہو گئی خموش
بے درد اپنے کام میں مشغول ہو گیا
سینے کو چاک کر دیا خنجر کی نوک سے
دل کو سجا کے طشت میں گھر سے وہ چل پڑا
تحفہ یہ لے کے دل کا چلا گھر سے تیز تیز
ٹھوکر لگی تو چلتے ہوئے منہ کے بل گرا
پوچھا یہ ماں کے دل نے گرا دیکھ کر اسے
"بیٹا کہیں یہ چوٹ تو آئی نہیں تجھے؟"

نغمۂ خدام الاحمدیہ

(مکرم ڈاکٹر محمود صاحب ایمن آبادی)

ہم کفر پرستی کو دنیا سے مٹا دینگے
توحید کے نعروں سے عالم کو جگا دینگے

خدامِ محمدؐ ہیں ہم چاکرِ احمدؑ ہیں
اسلام کو دنیا میں پھیلا کے دکھا دینگے

ہم ابرِ کرم بن کر، چھا جائینگے دنیا پر
اللہ کی رحمت کا ہر اک کو پتہ دینگے

جو راہ صداقت کی احمدؑ نے بتائی ہے
وہ راہ ہدایت کی ہم سب کو بتا دینگے

مہدیٔ زماںؑ کے اب "محمود" خلیفہ ہیں
جو کچھ بھی کہیں گے وہ ہم کر کے دکھا دینگے

ایثار دکھائیں گے ہر مالی و جسمانی
حتیٰ کہ رہِ حق میں گھر بار لٹا دینگے

اسلام کی خدمت میں ہم عمر گزار دینگے
جب وقت پڑیگا تو گردن بھی کٹا دینگے

ہے بسترِ غفلت پر سوئی ہوئی دنیا اب
ہم بانگِ درا بن کر اک بار جگا دینگے

آرام صلہ دیں گے، آلام و مصائب کا
دشنام کے بدلے ہم دشمن کو دعا دینگے

چھا جائیں گے بادل پھر اللہ کی رحمت کے
اور آتشِ دشمن کو گلزار بنا دینگے

معلوم ہے یہ ہم کو سرکش جو مخالف ہیں
اک دن درِ مہدیؑ پر سر اپنا جھکا دینگے

ہم نیک ارادوں کو لے کر ہی تو اٹھے ہیں
محمود زمانہ سے باطل کو مٹا دینگے

سائنسی معلومات

خلا اور ہم

(مرسلہ:۔ ناصر احمد صدیقی صاحب حقانی۔ ت۔آئی کالج۔ ربوہ)

○— خلا تک پہنچنے کے لئے ہمیں صرف اس فاصلے کا نصف طے کرنا پڑے گا جو نیویارک اور واشنگٹن کے درمیان ہے۔ جہاں سے خلا شروع ہوتا ہے وہاں ہم نے ایک قیاسی خط متعین کر رکھا ہے جو زمین سے ۱۲۰ میل دور ہے۔

○— خلا میں جانے والے کے کپڑے اور کمرے اس طرح بنائے جائیں گے کہ ان میں ہر شخص کے سانس لینے کے لئے تقریباً تین پونڈ روزانہ کے حساب سے آکسیجن موجود ہوگی۔ روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کا بندوبست بھی ہوگا تاکہ ہر شخص کے سانس سے جو زہریلی کاربن ڈائی آکسائڈ (CO_2) گیس نکلے وہ باہر بھی جا سکے

○— اگر خلا کے مخصوص لباس کا انتظام نہ ہو تو انسان کا جسم پرزے پرزے ہو جائے کیونکہ خلا میں ہوا کا دباؤ موجود نہیں جو جسم کے دباؤ کا مقابلہ کر سکے۔

○— خلا کے لئے مخصوص لباس کے بغیر انسان کا خون ابلنے لگے۔ وہ اپنے ہی جسم کی گرمی سے مر جائے۔ کیونکہ وہاں ہوا موجود نہ ہوگی جو اس کے جسم سے پیدا شدہ حرارت کو جذب کر لے۔

○— چونکہ خلا میں ہوا موجود ہی نہیں جس کے ذریعہ سے آواز پیدا ہو لہذا وہاں آواز بھی نہ ہوگی۔

○— خلا خالی نہیں۔ وہاں ستارے، سیارے، شہاب ثاقب، کائناتی شعاعیں، گیسیں اور دیگر اور نامعلوم اشیاء ہیں۔

○— خلا کے کسی اسٹیشن (Space station) یا انسان کے بنائے ہوئے مصنوعی سیارے سے یہ ممکن ہوگا کہ زمین کے متعلق ہفتوں ہی پہلے موسم کی صحیح پیشگوئی کی جا سکے۔

○— اب تک صرف راکٹ ہی تنہا مشین ہے جو خلا کا سفر کر سکتی ہے۔

○— خلا میں کوئی درجہ حرارت نہیں لیکن وہاں اگر اشیاء پر سورج کی شعاعیں پڑیں تو درجہ حرارت بہت زیادہ ہو سکتا ہے۔

○— خلا میں اڑتے وقت یا کسی مقام پر اترتے وقت ایک شخص خود کو بہت بوجھل محسوس کرے گا۔ لیکن جب وہ یکساں رفتار سے سفر کرے گا تو کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوگا۔ خلا میں لوگوں یا چیزوں کا

کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اگر چیزوں کو ایک جگہ باندھا نہیں جائے گا تو وہ خلا میں بکھر جائیں گی اور لوگ بھی جب تک انہیں کسی چیز کے ساتھ چمٹا کر نہیں رکھا جاوے گا اڑ جائیں گے کیونکہ زمین کی کشش وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی۔

○ — خلا میں تمام چھوٹی بڑی چیزیں ایک ہی رفتار سے شانہ بشانہ زمین کے گرد گھومیں گی جب تک ان میں ایسا ایندھن نہیں ہوگا جو انہیں اس راستے سے نکال دے وہ برابر زمین کے چاروں طرف گھومتی رہیں گی +

خریدار اصحاب سے!

"خالد" کے خریدار اصحاب سے درخواست ہے کہ وہ مینیجر سے خط و کتابت کرتے ہوئے اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کیا کریں۔ یہ نمبر ہر خریدار کے پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے اور اس کا حوالہ نہ دینے کی صورت میں بسا اوقات ہم تعمیلِ ارشاد نہیں کر سکتے۔

مینیجر

ماہنامہ خالد۔ ربوہ

محمد منیر شہوان

(عربی سے ترجمہ)

سائنس میں کلیسا کا مقام

یورپ میں مسیحیت کی نمائندگی کلیسا کرتا تھا جس نے خلافِ توقع مسیحی تعلیمات کے مطابق اس روحانی دعوت پر اکتفا نہ کیا جس سے بشریت کو آگے بڑھایا جاتا اور اس مثالی عالم کا احاطہ کیا جاتا ہو جو انبیاء اور صلحاء میں جلوہ گر ہوتا ہے بلکہ اس نے اپنے لئے ایک ایسے خدائی غلبہ کا دعویٰ کیا جس نے انسانوں کی عقلوں اور روحوں کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ لیا، یہاں تک کہ جب اس پر اذیت و عذاب کی ہوس سوار ہوتی تو وہ ایک سرکش ڈکٹیٹر شپ کی حد تک جا پہنچتا۔

یوں کلیسا جو رحمت، باہمی محبّت و مہربانی کا گہوارہ تھا ایک ایسا بدصورت بھوت بن گیا جو بیداری اور نیند میں لوگوں کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ اس نے پیشوایانِ مذہب کے لئے ذلّت آمیز اطاعت اور تاوان لوگوں پر مقرر کئے ہوئے تھے۔ ان پیشواؤں نے اپنی ذات کو ایسا "تقدس" دے رکھا تھا جو باقی انسانوں کے حصہ میں نہیں آسکتا تھا۔ مزید برآں لوگوں پر ایسے آسمانی عقائد ٹھونس رکھے تھے جن کو چیلنج کرنا ناجائز تھا اور ان کو گلے نہ لگانے والا مسیحیت اور کلیسا کے ہاں کافر سمجھا جاتا تھا اور اس پر اللہ "پوپ" حکومت اور تمام لوگوں کی لعنت واجب ہوتی تھی۔

اس آخری گروہ میں وہ سائنسدان تھے جنہوں نے زمین کے گول ہونے کا دعویٰ کیا انہیں بدترین سزائیں دی گئیں، کیونکہ وہ ان "حقائقِ مقدسہ" کی مخالفت کرتے تھے جنہیں کلیسا نے سینے سے لگا رکھا تھا۔ کلیسا کا دعویٰ تھا کہ "وہ آسمانی کلام ہے"۔ اس کے نام پر وہ بدترین جرائم کا ارتکاب کرتا اور پھر بھی حق کی گرفت اور عدالت کے کوڑے سے محفوظ رہتا۔

کلیسا کے زیرِ اثر سائنس اور سائنسدانوں پر لرزا دینے والی وہ مثالیں ہیں جو ملٹن نے اپنے رسالہ (حریتِ صحافت کے متعلق) میں بیان کی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے دوسرے ممالک میں جہاں تفتیشی عدالتیں (Inquisition Tribunals) ظلم کر رہی تھیں جو کچھ دیکھا اور سنا بیان کر سکتا ہوں میں وہاں بعض سائنسدانوں کی مجلسوں میں گیا۔ وہ مجھے خوش نصیب سمجھتے تھے کہ میں انگلستان میں رہتا تھا۔ جسے وہ آزاد فلسفیوں کا وطن سمجھتے تھے، جبکہ انہیں اپنے ہاں سائنس کی بے چارگی پر ماتم کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ اسی چیز نے اطالوی سائنسدانوں کی ہمتوں

کو پست کر دیا اور اتنے طویل عرصے میں سوائے خوشامد و منافقت کے کچھ پیدا نہ ہوا ..... میں نے وہاں گلیلیو سے ملاقات کی اور ادھیڑ عمر میں بھی اسے تفتیشی عدالتوں کا قیدی پایا۔ کیونکہ اس نے اہلِ کلیسا کے مسائل میں فلکی عقائد و افکار کی مخالفت کی تھی۔

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ جب کلیسا اور سائنس کے مابین زور آزمائی اس صورت میں قائم ہو تو سائنسدانوں کے ساتھ کلیسا کے تمسخرات کو گنا نہیں جا سکتا۔ اس عقلی جمود کے نتیجہ میں ساڑھے سات صدیوں یعنی تقریباً ۱۰۸۰ء سے ۱۸۲۰ء تک تین لاکھ جلیل سائنسدانوں کو ظلم کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ مثلاً ڈونڈلو، گلیلیو، بارٹرزی، کامیا تیلا، جیوڈا، نوبرنو وغیرہ۔

کلیسا اور سائنسِ تجربی کی زور آزمائی کی اس صورت میں بلاشبہ لوگ سائنسی ثبوت کو مانتے اور کلیسا کے اقوال کا انکار کر دیتے اور یوں اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے کلیسا کی سرکشی اور بدترین ڈکٹیٹرشپ کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں ایسا ہتھیار لے لیا جس سے کلیسا کے اوہام کو زیر و زبر اور اس کی اصل قوت کو ختم کر دیا۔ فطرت اور مومنین کے مقابلہ میں اس کے تقدس کو چھین لیا اور یہ طاقتور ہتھیار سائنس کا تھا۔ یوں کلیسا سائنس کی آگ اور تلوار کی طاقت کے سامنے جھکنے سے پہلے خود سائنس کی قوت کے آگے جھک گیا۔

کلیسا کو غالباً سب سے زیادہ شدید چوٹ ڈاروِن کے ہاتھوں لگی جب اس نے انواع کی اصل کے بارے میں اپنے نظریے (نظریۂ ارتقاء) کا اعلان کیا۔ پھر اس پر سائنسدانوں اور محققین کے ہاتھوں پیہم ضربات پڑتی رہیں۔ یہاں تک کہ اس کی ہیبت کا ہوا لڑکھڑا گیا اور گرنے لگا۔ اور کسی صورت میں کلیسا کی اس جابر قوت کو تسلیم نہ کیا گیا جو اس نے ضمیروں اور عقلوں پر مسلط کر رکھی تھی اور یوں کلیسا کی تاریخ سائنس کے مقابلے میں دو جھگڑالو دشمنوں کی ایسی سخت نبرد آزمائی کی صورت میں ختم ہوتی رہی۔ جس میں اذیت و عذاب، قید و جلاوطنی جیسے بدترین ذرائع تک ختم ہو گئے ..... اور کس کے لئے .....؟ ایک ایسے ممتاز و منتخب گروہ کے لئے جو طبعی قوانین سائنسی تجربات اور علم و فکر کی روشنی کے ساتھ سائنس میں لوگوں کی راہنمائی کرتا تھا۔ آپ نے دیکھ لیا ..... کیا سائنس میں کلیسا کا مقام کسی تشریح کا محتاج ہے؟ اس سوال کے جواب کی تمنا نہ کیجئے۔ کیونکہ اس کے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں؟

تاہم ان خطرناک نتائج کا ذکر ضروری ہے جو سائنس کے ساتھ کلیسا کی بدسلوکی کی بناء پر مرتب ہوئے اس کے سائنس کے آگے جھک جانے کے بعد کیا ہوا۔ جب سائنس کلیسا کی طاقت کے مقابلہ میں ڈٹ گئی تاکہ اس کی پردہ کشائی کر دے اور اس کے لبادہ کو چاک کر دے۔ اور آخر کار اس کو کلنک کا ٹیکہ لگا دے، اس کی سرکشی اور ظلم کے محل کو منہدم کر دے اور حریت و سائنس کے پیاسے جمِ غفیر کی زنجیریں توڑ دے؟

کلیسا مسیحیت کی نمائندگی کرتا تھا اس لئے جب سائنس کی ضربات سے اس کے ستون گر گئے۔ اور اس کے

ساتھ ہی مسیحی دین کے ستون بھی گر گئے اور چونکہ مسیحیت یورپ کے مذاہب کی نمائندگی کرتی تھی اس لئے لوگوں کے دلوں میں سے مذہب کی جڑیں اکھڑ گئیں اور عقائد متزلزل ہو گئے۔ ہر جگہ عقائد کے محلات بغیر کسی مہلت کے گرنے لگے۔ چونکہ کلیسا کا غلبہ و طاقت صدیوں تک رہا تھا جس میں لوگوں نے رسوائی اور محرومی کی تلخی کو چکھا تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس سائنسی انقلاب سے پیدا شدہ خطرناک ردِ عمل کا اثر بھی گہرا ہوتا جسے لوگوں کے دلوں، عقلوں اور ضمیروں میں اترنے کے لئے صدیاں درکار تھیں۔ اس بحرِ پُر آشوب اور انقلاب میں مسیحیت ہی نہیں بلکہ ہر مذہب تمسخر، مذاق و استہزا، نفرت و حقارت اور ذلت کا شکار ہو گیا۔ یہ مسیحی یورپ میں جسے کلیسا کے ہاتھوں ذلت و رسوائی کی تلخی نے پیس کر رکھ دیا تھا طبعی ردِ عمل تھا۔

اسلام اس نبرد آزمائی سے بالکل دور رہا بلکہ اسلام تو اس سائنسی علم کا داعی ہے۔ جس سے انسان ہر گہرائی کو معلوم کرنے اور ہر بلندی پر پہونچنے کے لئے قدم فرسا ہوتا ہے تو پھر اس کے اور سائنس کے درمیان یہ وہمی گروہ اور نمائشی کھچاوٹ کیوں پیدا ہوتی؟

یہ تفرقہ اور کھچاوٹ اس اندھی تقلید کے نتیجہ میں پیدا ہوئی جسے پس ماندہ مشرق نے اختیار کیا اور "مہذب" مغرب سے سب کچھ لیتا رہا۔ مغربی سائنس نے مشرقی عقل کو مسحور کر دیا اور وہ مشرق، مغرب کے حالات کو ملحوظ رکھے بغیر بے سوچے سمجھے ہر چیز میں مغرب کی تقلید کرنے لگا۔ . . . چونکہ مشرق اجتماعی و فکری جمود برداشت کر رہا تھا تو اس کے لئے مشکل تھا کہ وہ مغرب کی ان چیزوں میں نقل کرتا جن میں متانتِ عمل اور محنت و مشقت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس نے ان منفی پہلوؤں کی طرف رجوع کیا جو ہمت کو پست اور عزم کو کمزور کر دیتے ہیں۔

بیچارے مشرق نے علمی پہلو کو چھوڑ دیا حالانکہ مغرب کی نئی تہذیب کا یہی حسین و جمیل پہلو تھا اور اس کا وہ بدنما اور تاریک پہلو اپنا لیا جو لادینی فلسفہ "مادی" کی صورت میں جلوہ گر تھا۔ حالانکہ یہ فلسفہ سائنس کی فتح کے ساتھ اہلِ مغرب کے مخصوص حالات کی بناء پر پیدا ہو گیا تھا . . . . اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ مشرق نے سائنس کا محتاج ہو کر مغرب کی طرف رجوع کیا اس کے پاس دین و عقیدہ کی ایسی کمین گاہ تھی جو اس کی فطرت کی باقی ماندہ چیز کی حفاظت کئے ہوئے تھی لیکن وہ ایک چھپی ہوئی تڑپ کے ساتھ واپس ہوا . . . . ہاں وہ تو علم سے اس طرح تہی دامن بلکہ دین کی کمین گاہ کو تباہ کئے ہوئے، عقیدہ سے خالی اور کامیابی کے جملہ عناصر سے خالی ترکش لے کر واپس ہوا۔ وہ مضبوط روابط اور قوی تعلقات جو اسلام کو سائنس سے ملائے ہوئے ہیں سب سے مضبوط روابط ہیں اور مشرق کے لئے ضروری تھا کہ انہیں اچھی طرح سے پکڑتا۔ کاش وہ بندھی ہوئی آنکھیں اور کمزور ارادے والا نہ ہوتا۔

سائنس اور کلیسا کی نبرد آزمائی کا آخری ماحصل مختصراً یہ ہے کہ خالص مادی فلسفے نے کلیسا اور دین و دنیا کے ملبہ پر اپنے لئے جگہ بنائی۔ مادی فلسفہ مادہ پرستی میں غرق، حواس پر چھایا ہوا اور خواہشات کی آلائشیں لئے ہوئے ہے روحانیت سے بالکل منقطع اور روحانی ترقی و ارتقا کے اسباب اس میں مفقود ہیں۔ ہم اس زمانے میں بھی برابر اس خوفناک مصیبت میں مبتلا ہیں جو انسانیت کی اصل پر نازل ہوئی۔ (بشکریہ کلچرل بلیٹن المرکز الثقافی العربی)

مجالس کے سالانہ مقابلہ کا نتیجہ

مجلس مرکزیہ کی طرف سے ہر سال ملک کی تین بہترین شہری اور تین دیہاتی مجالس کا چناؤ کر کے انہیں سندات فضیلت دی جاتی ہیں۔ اور ان سب میں سے اوّل آنے والی مجلس کو انعام جاریہ کے طور پر "خلافت جوبلی عَلم انعامی" عطا ہوتا ہے۔ امسال حُسنِ کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل مجالس منتخب ہوئی ہیں:۔

شہری مجالس:۔

اوّل مجلس ربوہ

دوم۔ مجلس کراچی

سوم۔ مجلس لائلپور

دیہاتی مجالس:۔

اوّل۔ مجلس لاٹھیانوالہ

دوم۔ مجلس ترگڑی

سوم۔ مجلس ہانڈو گوجر

اِس طرح عَلم انعامی جیتنے کا فخر امسال پہلی بار مجلس ربوہ کو حاصل ہوا ہے جس نے تمام مجالس میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ اِس کامیابی پر ہم مجلس ربوہ اور بقیہ پانچوں مجالس کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکی مساعی میں برکت دے اور باقی سب مجالس میں بھی مسابقت فی الخیرات کی رُوح کے مطابق ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے صحتمند جذبہ کو مزید تقویت دے اور بیش از بیش خدماتِ دینیہ کی توفیق دیتا چلا جائے تا ہمارا ہر اگلا قدم پہلے سے بہتر ہو۔ آمین +

محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مدیر الفرقان وسابق مبلّغ بلادِ عربیہ کی اس لاجواب تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی اور تسلّی بخش جواب دیا گیا ہے جو مخالفینِ احمدیّت کی طرف سے کیے جاتے ہیں۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا:-

''اس کا نام میں نے ہی تفہیماتِ ربّانیہ رکھا ہے (طباعت سے پہلے) اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا ہے۔ اس کتاب کے لئے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرہ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اسکے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور اسکی اشاعت کرنی چاہیئے،،
(الفضل ۱۲ر جنوری ۱۹۳۱ء)

اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بیکصد صفحات اور بعض قیمتی حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس انتہائی مفید کتاب کا ہر احمدی گھرانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔

ضخامت آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلّد اعلیٰ سفید کاغذ گیارہ روپے؛ مجلّد اخباری کاغذ آٹھ روپے۔ کتابت و طباعت عمدہ +

○

مکتبۃ الفرقان ربوہ

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا